قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ شَفَاعَتِیْ لِأَھْلِ الْکَبَائِرِ مِنْ اُمَّتِیْ

عصر حاضر کی اہم ضرورت

روٹھے ہوئے خستہ خراب حالوں کو

محبت کے اشارے

اور نازوالوں سے بیزاری و بے نیازی

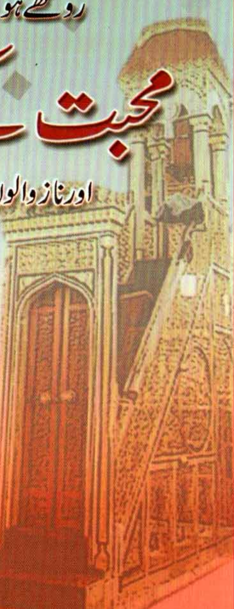

جو پانچ جمال اور ایک منزل پر مشتمل ہے

مرتبہ: حضرت صوفی محمد اقبال صاحب مہاجر مدنی قدس سرہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

محبت کے اشارے

مرتبہ

حَضرت اقدس صُوفی **مُحمّد اقبَال** صَاحب (مدنی)

معاونت خصوصی برائے ترتیب و کمپوزنگ
حضرت جناب آفتاب احمد (مدینہ منورہ)

ترتیب و کمپوٹر کمپوزنگ: محمد نور باری

مکتبہ اقبالیہ

نور حراء پبلیشرز

ای میل: noorbari786@gmail.com فون: 0092-312-2502281

۸ صفر المظفر ۱٤٤٤

نوٹ: یہ کتاب قارین کے لیے کتابی صورت میں دستیاب ہے

مکتبہ حضرت شاہ زبیرؒ

جامع مسجد مدنی– خانقاہ مدنیہ اقبالیہ جلیلیہ

سی 307، بلاک 1 ، گلستان جوہر ، کراچی۔۔۔موبایل 0030 9225533 0321 9225533

قال اللّٰہ تعالیٰ

●

﴿وَهُوَ الْغَفُوْرُ الْوَدُوْدُ﴾

وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ﴿شَفَاعَتِيْ لِأَهْلِ الْكَبَائِرِ مِنْ أُمَّتِيْ.﴾

☆ یہ میرے ہیں ☆

عصرِ حاضر کی اہم ضرورت

روٹھے ہوئے خستہ خراب حالوں کو

محبت کے اشارے

اور ناز والوں سے بیزاری و بے نیازی

☆ جو ☆

پانچ جمال اور ایک منزل پر مشتمل ہے

مرتبہ: حضرت صوفی محمد اقبال صاحب مہاجر مدنی قدس سرہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نام کتاب .... محبت کے اشارے

مرتّب .... حضرت صوفی محمد اقبال صاحب مہاجر مدنی دامت برکاتہم

طبع اول .... رمضان المبارک ۱۴۱۰ھ

طبع دوم .... جمادی الأخری ۱۴۱۹ھ

تعداد ۱۲۰۰

کمپیوٹر کمپوزنگ .... ادارۃ القرآن کراچی نمبر ۵ فون : 7216488

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ہمارا ایمان ہے کہ اللہ کریم وہ غنی ذات ہے جس کے قبضہ میں ہماری عزت، ذلت، صحت، بیماری، مال، جاہ، دنیاوی ترقیاں آرزؤں کا پورا ہونا، اور آخرت کی دائمی زندگی اور راحت ہے اور ان سب کے حصول میں کامیابی یا ناکامی میں اللہ کے سوا کسی اور طاقت کا یا اپنی محنت کا ذرا بھی دخل نہیں۔

ایسے مالک اور واحد چارہ ساز

کی انتہائی خوشی اور اس کی مدد حاصل کرنے

کا

چند منٹ کا ایک کیمیا صفت عمل

اس عمل میں نہ ایک پیسہ خرچ ہوتا ہے نہ جسمانی طاقت خرچ ہوتی ہے نہ وقت خرچ ہوتا ہے نہ عزت گھٹتی ہے اور نہ شان میں کمی آتی ہے اور اس عمل کے پورا کرنے کی شرط میں نہ تو کسی عمل بد اور گناہ مثلاً زنا، شراب نوشی اور عیاشی وغیرہ کا چھٹنا[1] ضروری ہے اور نہ نیک اعمال اور عبادات ہی کا پورا ہونا ضروری ہے۔

لیکن

ہماری آلودگیوں کے باوجود اس عمل سے اللہ تعالیٰ جس قدر خوش ہوتے ہیں

---

(۱) چھٹنا اور چھوڑنا اور پورا ہونے اور پورا کرنے میں فرق ہے۔ ۱۲

اسکا منظر عجیب وجد آور بیان ہوا ہے اور اللہ تعالیٰ کے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہ بشارت سنائی ہے جو کسی دوسرے بڑے سے بڑے عمل پر نہیں سنائی گئی۔

وہ کیمیاء صفت عمل کیا ہے

اس عمل کو اللہ اور اس کے سچے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کلام کی روشنی میں جاننے والوں نے بیان فرمایا ہے جو اس رسالہ کے آخر میں درج ہے لیکن اس سے نفع اٹھانے کی شرط یہ ہے کہ پہلے تنہائی میں صرف تھوڑا سا وقت نکال کر یہ چند اوراق غور سے پڑھ لیں جو "پانچ جمال" اور ایک "منزل" پر مشتمل ہیں۔

ع تیرے کرم کے میں نثار تیری عطا کا کیا شمار
دے دیا عاصیوں کو بار اپنے حریم ناز میں

﴿ وَهُوَ الْغَفُوْرُ الْوَدُوْدُ ﴾

وہ چشم محبت تو جو پائے محبت ہے
کرکے تو کوئی دیکھے یارانہ ذرا اس سے

دامن نچوڑ دیں تو فرشتے وضوء کریں

اظہار کرکے عشق ومحبت کے راز کو
پھر سے بنا دیا مجھے امیدوار آج

عصر حاضر کی اہم ضرورت

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ

عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ الَّذِیْ ھُوَ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ.

اما بعد! اگرچہ ہماری حالت نہایت قابل رحم ہے مگر اس پر تھوڑی سی توجہ سے انشاء اللہ غیر معمولی نفع کی امید ہے حب مال، حب جاہ، موہومی عزت، راحت اور عیش و آرام کے شوق کے جنون میں ہم دائمی مصیبت تفکرات اور بے سود مشقت میں ایسے گرفتار ہیں کہ اپنے عیش و آرام جو کہ ہمارا مقصد ہے میں ناکامی کا بھی احساس نہیں اور اپنے ذاتی نفع اور سعادت حقیقی کی فکر کرنے کا ہمیں وقت ہی نہیں ملتا ہماری زندگی میں مادیت کا اس قدر غلبہ ہوگیا ہے اور اس کے پیدا کردہ ہزار ہا نفسانی امراض اور اسباب غفلت نے ہمیں اس قدر مشغول و مصروف کیا ہوا ہے کہ مادیت کے علاوہ ہمیں کچھ اور سوچنے کی مہلت ہی نہیں ملتی، اور کچھ دینی رجحان رکھنے والے جو مرنے کے بعد والی زندگی پر بھی ایمان رکھتے ہیں اور اپنے مسلمان ہونے کو پسند کرتے ہیں ان میں دشمنان اسلام کی طرف سے دین اسلام کے ظاہری و باطنی اعمال بلکہ ایمان کو بھی اسی دنیاوی اور زندگی کے مادی پہلو کو ترقی اور فروغ دینے کے لئے پیش کیا جاتا ہے اور یہ کام آجکل مسلمان روشن خیال مفکرین اسلام کے ذریعہ سے ہو رہا ہے۔

ؔ کس رہے ہیں اپنی منقاروں سے حلقے جال کے
طائروں پر سحر ہے صیاد کے اقبال کا

اس صورت حال کے لازمی نتیجہ میں کچھ افراد غفلت اور گناہوں میں اس طرح آلودہ ہوگئے ہیں اور ایسی مایوسی میں مبتلا ہیں جو آخرت کی ہمیشہ کی زندگی کے بارے میں اپنے کو سوچنے کے قابل بھی نہیں سمجھتے، گویاکہ وہ سمجھتے ہیں کہ آخرت کی زندگی ہمارے لئے ہے ہی نہیں۔ ہم مسلمان کے نام سے کوئی اور مخلوق ہیں موت اور پھر بخشش وغیرہ کے مسائل میں فکر کرنا ہماری ذات کا کوئی مسئلہ نہیں یہ پاک صاف لوگوں کی باتیں ہیں۔

انہیں افراد میں کچھ لوگوں کی یہ حالت ہوگئی ہے کہ وہ جنت ودوزخ کو ایک افسانہ سمجھتے ہیں اور دینی طرز زندگی کو پرانے لوگوں کی زندگی قرار دیتے ہیں۔ جس کو اختیار کرنا اس زمانہ میں محال ہے، اور جو تعلیم یافتہ لوگوں کی زبان میں ''رہبانیت'' ہے یہ حضرات اس دنیاوی عارضی عیش وعشرت کو اصل زندگی سمجھتے ہیں۔ اور آخرت کی اعلیٰ زندگی اور ابدی راحت سے بے پرواہ ہیں۔ اور قابل رحم بات یہ ہے کہ ان بے چاروں کو اس دنیاوی زندگی کا حقیقی راحت اور سکون بھی نصیب نہیں۔ بلکہ دنیا کے سراب کی طرح کے دھوکے اور عقل کے زائل کرنے والے مادی نشے کی وجہ سے اپنی محرومی کا احساس بھی نہیں۔ اگرچہ مایوسی میں اسلام سے انکار اور کفر کی حالت تو نہیں لیکن اپنی اس آلودگی اور خستہ حالی کی وجہ سے تعطل کا شکار ہیں اور یہ حالت اللہ تعالیٰ کی رحم وکرم اور عفو وبخشش کی لامحدود صفات سے ناواقفی کی وجہ سے پیدا ہو جاتی ہے۔

ایک اہم بات

دین ودنیا کی تفریق کو اسلام نے مٹایا ہے اور یہ اسلام کے اہم محاسن میں سے ایک خوبی ہے۔ لیکن امت کا ایک طبقہ ایسا بھی پیدا ہو گیا ہے جو دین ودنیا کی تفریق کو ختم کئے بغیر ان دونوں کو ان کی اپنی اپنی حقیقت پر رکھتے ہوئے جمع کرتا ہے۔ اور اس جامعیت کو کمال سمجھتا ہے اور علم دین سے ناواقفیت کی وجہ سے دین کی بعض مسلّمات میں اپنے دنیوی مصالح کے پیش نظر اور اپنی عقل کو میزان عدل قرار دیتے ہوئے کچھ کچھ حذف واضافہ کرتا ہے اور جہاں کچھ سمجھ نہ آئے یعنی بعض تعبدی احکامات کا استہزاء یا انکار بھی کر جاتا ہے۔ اور اپنی زندگی میں دین ودنیا کو جمع کرنے کی حماقت میں مبتلا ہوتا ہے۔ حالانکہ نصوص شرعیہ اور مشاہدہ کی بناء پر کہا گیا ہے۔

ہم خدا خواہی وہم دنیائے دون
ایں خیال است ومحال است وجنون

دین ودنیا کی تفریق کو ختم کرنے اور جمع کرنے کی توضیح

دنیا کے متعلق حدیث پاک میں آیا ہے کہ دنیا اور دنیا کی چیزیں مثلاً مال وجاہ، عیش وآرام، اسباب معیشت اور دنیا کے دیگر متعلقات اللہ کی رحمت سے دور ہیں اور دنیا کے متعلق فرمایا گیا ہے کہ یہ مردار ہے اور اس کے طالب کتے ہیں اور دنیا کی محبت کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص دنیا سے محبت رکھتا ہے

وہ اپنی آخرت کو نقصان پہنچاتا ہے اور جو آخرت سے محبت رکھتا ہے وہ (صورت کے اعتبار سے) دنیا کو نقصان پہنچاتا ہے۔ (مشکوٰۃ)

اور قرآن پاک میں بہت سی آیات شریفہ میں دنیا اور دنیا سے محبت کرنے والوں کی بے حد مذمت فرمائی گئی ہے۔ کہیں لہو و لعب کہیں دھوکہ کے گھر اور اس کے طالبوں کو بے عقل جانوروں سے بھی بدتر کہا گیا ہے وغیرہ اور صرف آخرت ہی کو اصلی گھر کہا گیا ہے اور اسی زندگی کو دائمی زندگی قرار دیا گیا ہے۔ چنانچہ کتاب و سنت میں اس کی بہت وضاحت ہے کہ دین و دنیا اپنی اپنی خاصیت میں آگ اور پانی کی طرح ہیں اور ان کا یکجا جمع ہونا محال ہے اور اگر کوئی جمع کرنے کا دعویٰ کرے بھی تو وہ دھوکہ میں ہے اور اسکا دین کا دعویٰ اس کی اپنی خوش فہمی ہے۔ کیونکہ اسلام کا مزاج ایسا لطیف اور نازک ہے اور آخرت میں ایسی غیرت ہے کہ وہ اپنے ساتھ کسی بھی غیر دین بات کا ساتھ خواہ وہ عقائد میں ہو یا اعمال میں ہو برداشت نہیں کرسکتی اور دین اپنی روح کے لحاظ سے وہاں سے رخصت ہو جاتا ہے، محض صورت رہ جاتی ہے۔

جیسا کہ زمزم جیسے متبرک پانی کے ڈرم میں صرف ایک قطرہ ناپاکی کا ڈال دیا جائے تو اس کی طہارت فوراً رخصت ہو جاتی ہے۔ اب اس زمزم شریف کا کپڑے سے لگنا بھی اس کو ناپاک کردے گا۔ حالانکہ پاکی اور ناپاکی نسبت کے لحاظ سے ڈرم اور قطرہ ہے۔

اسلام کے متعلق بھی قرآن پاک میں مطالبہ ہے کہ اُدْخُلُوْا فِی السِّلْمِ کَآفَّۃً یعنی اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ۔ ننانوے (۹۹) باتیں اسلام کی اور صرف ایک بات انکار والی اختیار کرنے سے سارا اسلام ختم ہو جاتا ہے۔ البتہ مانتے ہوئے عملی کوتاہیاں بلکہ بڑے بڑے قصوروں کی معافی کے لئے بہت گنجائش ہے۔ جس کی تفصیل ہی اس رسالہ کا اصل موضوع ہے۔ مگر اسلام نے دین و دنیا کے جمع کرنے کو برداشت

کرنے کے بجائے دنیا کی ماہیت کو بدل کر دین بنادیا۔ جیسے کہ ناپاک چربی اور کاسٹک سوڈا اپنی خاصیت کے لحاظ سے دو متضاد چیزیں ہیں۔ چربی اور تیل سے کپڑا صاف نہیں ہو سکتا بلکہ مزید گندا ہو جائیگا اور اسی طرح کاسٹک سوڈا میں کپڑا ڈالنے سے بیکار ہو جائیگا لیکن دونوں کو اگر ایک خاص نسبت سے حل کر کے یکجاں کر دیا جائے تو دونوں کی اپنی اپنی خاصیت ختم ہو کر یعنی تبدیل ماہیت ہو کر پاک وصاف صابن بن جائیگا جو کپڑوں کو صاف کرے گا۔ اسی طرح دنیوی امور صنعت وتجارت، معاشرت ومعیشت اور سامان راحت وآرام کو اگر اللہ کے لئے اور اللہ کے بتائے ہوئے طریقہ کے مطابق اختیار کیا جائے تو وہ دنیا نہیں رہتی، بلکہ وہ دین بن جاتا ہے اور دنیاوی زندگی بھی جنت بن جاتی ہے اور اس (ایمان واحتساب) کے بغیر عبادات بھی مثلاً نماز وروزہ بھی دین نہیں رہتا اسے خوب سمجھ لیجئے۔

اور تیسرا طبقہ ان متقیوں اور پرہیزگاروں کا ہے جو فرائض واجبات اور صریح حرام سے بے پرواہ ہو کر مستحبات اور صفائی معاملات اور اصلاح اصلاح کا بہت زیادہ شور کرتے ہیں اور اپنے کو تواضع کے طور پر گدھا، کتا اور کمترین خلائق بھی کہتے رہتے ہیں۔

یہ تحریر صرف طبقہ اول کے افراد کے لئے ہے جو کہ میرے ساتھی ہیں جن کا حال بھی ظاہر وباطن کے کچھ فرق کے ساتھ مجھ جیسا ہی ہے میں یہاں پر اپنے ہم جنسوں ہی سے مخاطب ہوں

ع آ عندلیب مل کے کریں آہ وزاریاں

اور طبقہ دوم وسوم کے عالی مرتبت حضرات کی خدمت میں کچھ عرض کرنے کی نہ مجھ میں طاقت ہے اور نہ حیثیت بلکہ اپنی کم ظرفی کی وجہ سے ان کی طرف دیکھ بھی نہیں سکتا۔ اگرچہ یہ میری کمزوری ہے۔

اور اس تحریر میں افہام وتفہیم کا انداز بَشِّرُوْا وَلاَ تُنَفِّرُوْا وَيَسِّرُوْا وَلاَ

تُعَسِّرُوْا کو اختیار کیا گیا ہے یعنی نبی کریم ﷺ کی طرف سے حکم ہے کہ لوگوں کو بشارتیں دو اور بدکاؤ نہیں اور آسانی پیدا کرو مشکل نہ بناؤ کیونکہ دین آسان اور فطرت کے مطابق ہے اس میں کسی ایسی چیز کا حکم نہیں جو اختیار میں نہ ہو۔

اَللّٰھُمَّ اَنْتَ رَجَائِیْ فَکَمْ مِنْ نِّعْمَۃٍ اَنْعَمْتَ بِھَا عَلَیَّ قَلَّ لَکَ بِھَا شُکْرِیْ وَکَمْ مِّنْ بَلِیَّۃٍ ابْتَلَیْتَنِیْ بِھَا قَلَّ لَکَ بِھَا صَبْرِیْ، فَیَامَن قَلَّ عِنْدَ نِعْمَتِہٖ شُکْرِیْ فَلَمْ یَحْرِمْنِیْ وَیَامَنْ قَلَّ عِنْدَ بَلِیَّتِہٖ صَبْرِیْ فَلَمْ یَخْذُلْنِیْ وَیَا مَنْ رَآنِیْ عَلَی الْخَطَایَا فَلَمْ یَفْضَحْنِیْ یَا ذَالْمَعْرُوْفِ الَّذِیْ لَا یَنْقَضِیْ اَبَدًا وَیَاذَالنَّعْمَآءِ الَّتِیْ لَا تُحْصٰی اَبَدًا اَسْئَلُکَ اَنْ تُصَلِّیَ عَلٰی (سَیِّدِنَا) مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَعَلٰی آلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَبِکَ اَدْرَءُ فِیْ نُحُوْرِ الْاَعْدَاءِ وَالْجَبَابِرَۃِ.

یا اللہ میری امید بس تیری ہی ذات سے وابستہ ہے بہت سی نعمتیں جو تو نے میرے اوپر فرمائیں اور میں نے ان کا شکر ادا نہ کیا اور کتنی مصیبتوں میں تو نے میری آزمائش کی اور میں نے ان پر صبر نہ کیا تو اے وہ ذات کہ جب میں نے اس کی نعمتوں کا شکر ادا نہ کیا تو اس پر بھی اس نے مجھ کو محروم نہ رکھا اور جب اس کی آزمائش پر میں نے صبر نہ کیا تو اس نے مجھ کو رسوا نہیں کیا، اے وہ مہربان کہ جب اس نے مجھے خطا کرتے دیکھا تو بدنام نہ کیا اے خوبیوں کے مالک جو کبھی فنا نہ ہوں گی اور اے انعامات فرمانے والے جس کی کبھی شمار نہیں کی جا سکتی میں تجھ سے یہ درخواست کرتا ہوں کہ درود بھیج سیدنا محمد ﷺ پر اور اولاد سیدنا محمد ﷺ پر۔ اے اللہ ہم دشمنوں اور ظالموں کو تیری ذات ہی کے سہارے دفع کرتے ہیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جمال اوّل

ایک روایت ﴿كُنْتُ كَنْزًا مَخْفِيًّا فَأَحْبَبْتُ أَنْ أُعْرَفَ فَخَلَقْتُ الْخَلْقَ﴾ یعنی میں ایک مخفی خزانہ تھا تو میں نے چاہا کہ میں پہچانا جاؤں یعنی میری صفات کا ظہور ہو اس کے لئے میں نے مخلوق پیدا کی، محققین نے اس مضمون کو صحیح حدیث ﴿اِنَّ اللّٰهَ جَمِيْلٌ يُحِبُّ الْجَمَالَ﴾ اور آیت شریفہ ﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالاِنْسَ اِلاَّ لِيَعْبُدُوْنِ﴾ سے ثابت کیا ہے مخلوق کی پیدائش سے اللہ تعالیٰ کی بے شمار صفات کمال کا ظہور ہوتا ہے اور ساری کائنات میں انسان کو اللہ نے اپنی صفات کمالیہ وجمالیہ کا مظہر بنایا۔ اس لئے اسکی خلقت کو اپنے پاک کلام میں احسن تقویم کا خطاب دیا اور ﴿وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْ آدَمَ﴾ کا تاج اس کے سر پر رکھا اس میں اپنی معرفت کی استعداد کا نور رکھا جس کا تقاضا اللہ تعالیٰ کی بندگی کرنا ہے چنانچہ ارشاد ہے ﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالاِنْسَ اِلاَّ لِيَعْبُدُوْنِ﴾ یعنی ہم نے جن وانسان کو صرف اپنی بندگی یعنی معرفت کے لئے پیدا کیا اور اپنے تقاضائے حکمت کی بنا پر معرفت اور بندگی کی استعداد کے ساتھ ساتھ نافرمانی کی صلاحیت بصورت ''نفس'' انسان کے اندر رکھی شیطان جو کہ حضرت انسان کا دشمن اور بدخواہ ہے اس کو اختیار دے دیا کہ نفس کو گناہوں پر ابھارے اور ترغیب دے۔ الحاصل انسان کو بندگی اور نافرمانی دونوں کا گویا ایک گونہ اختیار دے دیا تاکہ بندگی کرنے والوں پر صفات جمال کا ظہور ہو اور انکار

کرنے والے نافرمانوں پر صفات قہر کا۔ اور ماننے کے باوجود قصور یعنی گناہ کرنے والوں پر کہیں مؤاخذہ اور کہیں عفو و بخشش اور کہیں جود و کرم کا ظہور فرمائیں۔ تاکہ ساری صفات کا ظہور ہو کر منشاء تخلیق پورا ہو۔

اب "جمال دوم" میں قصور واروں اور گناہگاروں کے معاملے میں جو وعیدیں یا ترہیبیں ہیں۔ یا ان پر رحم و کرم اور عفو و بخشش کی جو بشارتیں ہیں۔ ان کے متعلق کتاب و سنت سے چند ارشادات درج کئے جاتے ہیں۔

............☆☆☆............

جمال دوم

گنہگاروں کے لئے اللہ تعالیٰ کے رحم وکرم کی بشارتیں اوران سے رب کریم کا معاملہ

اللہ تعالیٰ کی رحمت کی تمام مخلوق محتاج ہے اور جو جتنا زیادہ اپنے کو محتاج جانتا ہے اللہ کے ہاں اتنا ہی زیادہ اس کا مقام بلند اور اشرف اور اعلیٰ اور ارفع ہے چنانچہ سیدالکونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو اللہ کے حبیب اور محبوب ہیں، اور جو شافع محشر ہیں، اور جن کو قرآن پاک میں عَبْدُہٗ کے عالی مرتبت خطاب سے نوازا گیا اور اللہ تعالیٰ نے جن کا دنیاو آخرت میں تمام مخلوق کو محتاج بنایا، رحمۃ للعالمین کا خطاب دیا، اور نبی رحمت بنایا جنہوں نے اپنے متعلق خود فرمایا کہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجی ہوئی رحمت ہوں، ان کو بھی اپنے لئے اللہ تعالیٰ کی رحمت خاصہ کی ضرورت ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ان پر درود بھیجنے سے ظاہر ہے، جبکہ ہمارا ان پر درود بھیجنا ہماری اپنی ضرورت ہے، اس کا نفع ہماری طرف لوٹتا ہے۔ اور ایک سوال کے جواب میں اپنی نجات کے متعلق خود حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ﴿وَلاَ أَنَا اِلاَّ اَنْ يَّتَغَمَّدَنِيَ اللّٰهُ مِنْهُ بِرَحْمَتِهٖ﴾ الحدیث (صحیح بخاری وصحیح مسلم شریف)

ہر انسان کا گنہگار ہونا

ایک حدیث پاک میں سب کے لئے ارشاد ہے ﴿كُلُّ بَنِيْ آدَمَ خَطَّاءٌ

وَخَیْرُ الْخَطَّائِیْنَ التَّوَّابُوْنَ﴾ الحدیث (ترمذی شریف) یعنی فرمایا گیا کہ تم سب لوگ خطاکار ہو اور بہترین خطاکار توبہ کرنے والے ہیں۔ لہذا یہ تو طے شدہ ہے کہ ہر شخص خطاکار ہے کوئی ظاہری گناہوں میں اور کوئی باطنی گناہوں میں ملوث ہے جو نظر نہیں آتے اور کوئی کم اور کوئی زیادہ اور اسی طرح ہر ایک کا گناہ اس کے مرتبہ کے مطابق ہوتا ہے۔ اس لئے ہم سب کو توبہ کرتے رہنا چاہئے۔

ایک حدیث شریف
کہ
توبہ واستغفار سے اللہ کتنا خوش ہوتا ہے

صحیح بخاری اور مسلم کی ایک روایت میں رسول اللہ ﷺ نے توبہ کرنے والے گناہگاروں کو وہ بشارت سنائی ہے جو کسی دوسرے بڑے سے بڑے عمل پر بھی نہیں سنائی گئی۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ کی شانِ رحمت کو سمجھنے کے لئے صرف یہی ایک حدیث ہوتی تو کافی تھی، حق یہ ہے کہ اس چند سطری حدیث میں معرفت کا ایک دفتر ہے۔ اللہ تعالیٰ فہم اور یقین نصیب فرمائے۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ: لَلّٰهُ اَفْرَحُ بِتَوْبَةِ عَبْدِهِ الْمُؤْمِنِ مِنْ رَجُلٍ نَزَلَ فِیْ

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے انہوں نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ ارشاد فرماتے تھے: خدا کی قسم! اللہ تعالیٰ اپنے

اَرْضٍ دَوِيَّةٍ مُهْلِكَةٍ مَعَهٗ رَاحِلَتُهٗ عَلَيْهَا طَعَامُهٗ وَشَرَابُهٗ فَوَضَعَ رَأسَهٗ فَنَامَ نَوْمَةً فَاسْتَيْقَظَ وَقَدْ ذَهَبَتْ رَاحِلَتُهٗ فَطَلَبَهَا حَتّٰى اِذَا اشْتَدَّ عَلَيْهِ الْحَرُّ وَالْعَطْشُ اَوْ مَاشَاءَ اللّٰهُ قَالَ اَرْجِعُ اِلٰى مَكَانِيَ الَّذِيْ كُنْتُ فِيْهِ فَأَنَامُ حَتّٰى أَمُوْتَ فَوَضَعَ رَاسَهٗ عَلٰى سَاعِدِهٖ لِيَمُوْتَ فَاسْتَيْقَظَ فَاِذَا رَاحِلَتُهٗ عِنْدَهٗ عَلَيْهَا زَادُهٗ وَشَرَابُهٗ فَاللّٰهُ اَشَدُّ فَرْحًا بِتَوْبَةِ الْعَبْدِ الْمُؤْمِنِ مِنْ هٰذَا بِرَاحِلَتِهٖ وَزَادِهٖ. (رواہ البخاری و مسلم)

مومن بندے کی توبہ سے اس مسافر آدمی سے بھی زیادہ خوش ہوتا ہے جو (اثنائے سفر میں) کسی ایسی غیر آباد اور سنسان زمین پر اتر گیا ہو جو سامانِ حیات سے خالی اور اسبابِ ہلاکت سے بھرپور ہو اور اس کے ساتھ بس اس کی سواری کی اونٹنی ہو اسی پر اس کے کھانے پینے کا سامان ہو، پھر وہ (آرام لینے کے لئے) سر رکھ کے لیٹ جائے پھر اسے نیند آجائے پھر اس کی آنکھ کھلے تو دیکھے کہ اس کی اونٹنی (پورے سامان سمیت) غائب ہے، پھر وہ اس کی تلاش میں سرگرداں ہو، یہاں تک کہ گرمی اور پیاس وغیرہ کی شدت سے جب اس کی جان پر بن آئے تو وہ سوچنے لگے کہ (میرے لئے اب یہی بہتر ہے) کہ میں اسی جگہ جاکر پڑ جاؤں (جہاں سویا تھا) یہاں تک کہ مجھے موت آجائے، پھر وہ (اسی ارادہ سے وہاں آکر) اپنے بازو پر سر رکھ کے مرنے کے لئے لیٹ جائے، پھر اس کی آنکھ کھلے تو وہ دیکھے کہ اس کی اونٹنی اس کے پاس موجود ہے اور اس پر کھانے پینے کا پورا سامان (جوں کا توں محفوظ) ہے، تو جتنا خوش یہ مسافر اپنی اونٹنی کے ملنے سے ہوگا خدا کی قسم مومن بندے کے توبہ کرنے سے خدا اس سے بھی زیادہ خوش ہوتا ہے۔ (صحیح بخاری و صحیح مسلم)

(تشریح) ذرا تصور کیجئے اس بدّو مسافر کا جو اکیلا اپنی اونٹنی پر سوار ہو کر اور

راستہ بھر کے لئے کھانے پینے کا سامان اسی پر لاد کر دور دراز کے سفر پر کسی ایسے راستہ سے چلا جس میں کہیں دانہ پانی ملنے کی امید نہیں، پھر اثنائے سفر میں وہ کسی دن دوپہر میں کہیں سایہ دیکھ کر اترا اور آرام کرنے کے ارادہ سے لیٹ گیا، اس تھکے ماندے مسافر کی آنکھ لگ گئی، کچھ دیر کے بعد جب آنکھ کھلی تو اس نے دیکھا کہ اونٹنی اپنے سارے سازوسامان کے ساتھ غائب ہے، وہ بیچارہ حیران و سراسیمہ ہو کر اس کی تلاش میں دوڑا بھاگا، یہاں تک کہ گرمی اور پیاس کی شدت نے اس کو لب دم کر دیا۔ اب اس نے سوچا کہ شاید میری موت اسی طرح اس جنگل بیابان میں لکھی تھی، اور اب بھوک پیاس میں ایڑیاں رگڑ رگڑ کے یہاں مرنا ہی میرے لئے مقدر ہے اس لئے وہ اسی سایہ کی جگہ میں مرنے کے لئے آ کے پڑ گیا اور موت کا انتظار کرنے لگا، اسی حالت میں اس کی آنکھ پھر جھپکی، اس کے بعد جب آنکھ کھلی تو دیکھا کہ اونٹنی اپنے پورے سازوسامان کے ساتھ اپنی جگہ کھڑی ہے .... ذرا اندازہ کیجئے کہ بھاگی ہوئی اور گم شدہ اونٹنی کو اس طرح اپنے پاس کھڑا دیکھ کر اس بدّو کو جو مایوس ہو کر مرنے کے لئے پڑ گیا تھا کس قدر خوشی ہوگی .... صادق و مصدوق ﷺ نے اس حدیث پاک میں قسم کھا کے فرمایا کہ: خدا کی قسم! بندہ جب جرم و گناہ کے بعد اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتا اور سچے دل سے توبہ کر کے اس کی طرف آتا ہے تو اس رحیم و کریم رب کو اس سے بھی زیادہ خوشی ہوتی ہے جتنی کہ اس بدّو کو اپنی بھاگی ہوئی اونٹنی کے ملنے سے ہوگی۔

قریب قریب یہی مضمون صحیحین میں حضرت ابن مسعودؓ کے علاوہ حضرت انسؓ کی روایت سے بھی مروی ہے۔ اور صحیح مسلم میں ان دونوں بزرگوں کے علاوہ حضرت ابوہریرہ، حضرت نعمان بن بشیر، اور حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہم سے بھی یہی مضمون مروی ہے، بلکہ حضرت انسؓ کی روایت میں یہ اضافہ بھی ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے اس بدّو مسافر کی فرطِ مسرت کا حال بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ : اونٹنی کے اس طرح مل جانے سے وہ اتنا خوش ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی اس بے انتہا عنایت اور بندہ نوازی کے اعتراف کے طور پر وہ کہنا چاہتا تھا کہ "اَللّٰھُمَّ اَنْتَ رَبِّیْ وَاَنَا عَبْدُكَ" (خداوندا! بس تو ہی میرا رب ہے اور میں تیرا بندہ) لیکن خوشی کی سرمستی میں اس کی زبان بہک گئی اور اس نے کہا: "اَللّٰھُمَّ اَنْتَ عَبْدِیْ وَاَنَا رَبُّكَ" (میرے اللہ! بس تو میرا بندہ اور میں تیرا خدا) آنحضرت ﷺ نے اس کی اس غلطی کی معذرت کرتے ہوئے فرمایا: "اَخْطَأَ مِنْ شِدَّةِ الْفَرْحِ" (فرطِ مسرت اور بے حد خوشی کی وجہ سے اُس بیچارے بدّو کی زبان بہک گئی)۔

بلا شبہ اس حدیث میں توبہ کرنے والے گناہگاروں کو اللہ تعالیٰ کی جس خوشنودی کی بشارت سنائی گئی ہے وہ جنت اور اس کی ساری نعمتوں سے بھی فائق ہے۔

شیخ ابن القیمؒ نے "مدارج السالکین" میں توبہ واستغفار ہی کے بیان میں اسی حدیث پر کلام کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی اس خوشنودی کی وضاحت میں ایک عجیب وغریب مضمون لکھا ہے جس کو پڑھ کر ایمانی روح وجد میں آجاتی ہے۔ ذیل میں اس کا صرف حاصل وخلاصہ پیش کیا جاتا ہے۔

> "اللہ تعالیٰ نے اپنی پیدا کی ہوئی ساری کائنات میں انسان کو خاص شرف بخشا ہے، دنیا کی ساری چیزیں اس کے لئے پیدا کی گئی ہیں اور اس کو اپنی معرفت اور اطاعت وعبادت کے لئے پیدا فرمایا ہے، ساری مخلوقات کو اس کے لئے مسخر کیا، اور اپنے فرشتوں تک کو اس کا خادم اور محافظ بنایا، پھر اس کی ہدایت ورہنمائی کے لئے کتابیں نازل فرمائیں اور نبوت ورسالت کا سلسلہ جاری فرمایا، پھر ان ہی میں سے کسی کو اپنا

خلیل بنایا اور کسی کو شرفِ ہم کلامی بخشا، اور بہت بڑی تعداد کو اپنی ولایت اور قربِ خصوصی کی دولت سے نوازا...... اور انسانوں ہی کے لئے دراصل جنت ودوزخ کو بنایا...... الغرض دنیا وآخرت میں اور عالمِ خلق وامر میں جو کچھ ہے اور ہو گا اُس سب کا اصل مرکز ومحور بنی نوعِ انسان ہی ہے، اُسی نے امانت کا بوجھ اٹھایا، اُسی کے لئے شریعت کا نزول ہوا، اور ثواب وعذاب دراصل اسی کے لئے ہے...... پس اس پورے کارخانۂ عالم میں انسان ہی اصل مقصود ہے، اللہ نے اس کو اپنے خاص دستِ قدرت سے بنایا، اس میں اپنی روح ڈالی، اپنے فرشتوں سے اس کو سجدہ کرایا، اور ابلیس اس کو سجدہ ہی نہ کرنے کے جرم میں مردودِ بارگاہ ہوا اور اللہ نے اس کو اپنا دشمن قرار دیا...... یہ سب اس لئے کہ اُس خالق نے انسان ہی میں اس کی صلاحیت رکھی ہے کہ وہ ایک زمینی اور مادّی مخلوق ہونے کے باوجود اپنے خالق وپروردگار کی (جو وراء الوراء اور غیب الغیب ہے) اعلیٰ درجہ کی معرفت حاصل کرے، ممکن حد تک اس کے اسرار اور اس کی حکمتوں سے آشنا ہو، اس سے محبت اور اس کی اطاعت کرے، اس کے لئے اپنے نفسانی مرغوبات اور اپنی ہر چیز کو قربان کرے، اور اس دنیا میں اس کی خلافت کی ذمہ داریوں کو ادا کرے، اور پھر اس کی خاص الخاص عنایتوں اور بے حساب بخششوں کا مستحق ہو کر اس کی رحمت ورأفت، اس کے پیار ومحبت اور اس کے بے انتہاء لطف وکرم کا مورد بنے...... اور چونکہ وہ رب کریم اپنی ذات سے رحیم ہے اور لطف وکرم اس کی

ذاتی صفت ہے (جس طرح بلا تشبیہ ماںتاماں کی ذاتی صفت ہے) اس لئے اپنے وفادار اور نیک کردار بندوں کو انعامات واحسانات سے نوازنا اور اپنے عطیات سے ان کی جھولیوں کو بھر دینا اُس کے لئے بلا تشبیہ اسی طرح بے انتہا خوشی کا باعث ہوتا ہے جس طرح اپنے بچے کو دودھ پلانا اور نہلا دھلا کر اچھے کپڑے پہنانا ماںتا والی ماں کے لئے انتہائی خوشی کا باعث ہوتا ہے......اب اگر بندے نے بد بختی سے اپنے اس خالق وپروردگار کی وفاداری اور فرمانبرداری کا راستہ چھوڑ کے بغاوت ونافرمانی کا طریقہ اختیار کرلیا اور اس کے دشمن اور باغی شیطان کے لشکر اور اس کے متبعین میں شامل ہوگیا اور رب کریم کی ذاتی صفت رحمت ورأفت اور لطف وکرم کو اپنی طرف متوجہ کرنے کے بجائے وہ اُس کے قہر وغضب کو بھڑکانے لگا تو ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ میں (بلا تشبیہ) اُس غصہ اور ناراضی کی سی کیفیت پیدا ہوگی جو نالائق اور ناخلف بیٹے کی نافرمانی اور بدکرداری دیکھ کر ماںتا والی ماں کے دل میں پیدا ہوجاتی ہے ...... پھر اگر اُس بندے کو کبھی اپنی غلطی کا احساس ہوجائے اور وہ محسوس کرے کہ میں نے اپنے مالک وپروردگار کو ناراض کر کے اپنے کو اور اپنے مستقبل کو برباد کرلیا اور اُس کے دامن رحم وکرم کے سوا میرے لئے کوئی جائے پناہ نہیں ہے، پھر وہ اپنے کئے پر نادم وپشیمان ہو اور مغفرت ورحمت کا سائل بن کر اُس کی بارگاہِ کرم کی طرف رجوع کرے، سچے دل سے توبہ کرے، روئے اور گڑ گڑائے اور معافی مانگے اور آئندہ کے لئے وفاداری اور

فرمانبرداری کا عہد وارادہ کرلے تو سمجھا جاسکتا ہے کہ اس کے اس کریم رب کو جس کی ذاتی صفت رحمت ورأفت، اور جس کا پیار ماں کے پیار سے بھی ہزاروں گناہ زیادہ ہے، اور جو بندوں پر نعمتوں کی بارش برسا کے اتنا خوش ہوتا ہے جتنا نعمتوں کو پاکر محتاج بندے خوش نہیں ہوتے، تو سمجھا جاسکتا ہے کہ ایسے کریم پروردگار کو اپنے اس بندے کی اس توبہ وانابت سے کتنی خوشی ہوگی۔“

شیخ ابن القیمؒ نے اس سے بہت زیادہ وضاحت اور بسط کے ساتھ یہ مضمون لکھنے کے بعد آخر میں کسی عارف کا ایک واقعہ لکھا ہے جو شیطان یا نفس امّارہ کے اغواء سے غلط راستے پر پڑ گئے تھے اور سرکشی ونافرمانی کے جراثیم ان کی رُوح میں پیدا ہونے لگے تھے......وہ لکھتے ہیں کہ :......

”وہ عارف ایک گلی سے گزر رہے تھے، انہوں نے دیکھا کہ ایک گھر کا دروازہ کھلا اور ایک بچہ روتا چلاتا ہوا اُس میں سے نکلا، اس کی ماں اس کو گھر سے دھکے دے دے کر نکال رہی تھی، جب وہ دروازہ سے باہر ہوگیا تو ماں نے اندر سے دروازہ بند کرلیا، بچہ اسی طرح روتا چلاتا بکتا بڑبڑاتا کچھ دور تک گیا، پھر ایک جگہ پہنچ کر کھڑا ہوگیا اور سوچنے لگا کہ میں اپنے ماں باپ کے گھر کے سوا کہاں جاسکتا ہوں اور کون مجھے اپنے پاس رکھ سکتا ہے، یہ سوچ کر ٹوٹے دل کے ساتھ وہ اپنے گھر کی طرف لوٹ پڑا، دروازہ پر پہنچ کر اس نے دیکھا کہ دروازہ اندر سے بند ہے تو وہ بیچارہ وہیں چوکھٹ پر سر رکھ کے پڑ گیا اور اسی حالت میں سوگیا۔ ماں آئی، اس نے دروازہ کھولا اور اپنے بچے کو اس طرح

چوکھٹ پر سر رکھ کے پڑا دیکھ کے اس کا دل بھر آیا اور مامتا کا جذبہ اُبھر آیا۔ اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے، بچے کو اٹھا کر سینے سے لگایا اور اس کو پیار کرنے لگی، اور کہہ رہی تھی:

بیٹے تونے دیکھا تیرے لئے میرے سوا کون ہے، تونے نالائقی نادانی اور نافرمانی کا راستہ اختیار کر کے اور میرا دل دکھا کے مجھے وہ غصہ دلایا جو تیرے لئے میری فطرت نہیں ہے، میری فطرت اور مامتا کا تقاضہ تو یہی ہے کہ میں تجھ پر پیار کروں اور تجھے راحت و آرام پہنچانے کی کوشش کروں، تیرے لئے ہر خیر اور بھلائی چاہوں میرے پاس جو کچھ ہے تیرے ہی لئے ہے ...... اُن عارف نے یہ سارا ماجرا دیکھا اور اس میں اُن کے لئے جو سبق تھا وہ لیا"۔

اس قصہ پر غور کرتے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا یہ ارشاد سامنے رکھئے:

"لَلّٰہُ اَرْحَمُ لِعِبَادِہٖ مِنْ ھٰذِہٖ بِوَلَدِھَا[1]"

(خدا کی قسم! اللہ تعالیٰ کی ذات میں اپنے بندوں کے لئے اس سے زیادہ پیار اور رحم ہے جتنا کہ اس ماں میں اپنے بچے کے لئے ہے)۔

(ماخوذ از معارف الحدیث)

---

(۱) یہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی ایک حدیث کا ٹکڑا ہے۔ ایک عورت تھی جو بڑے والہانہ انداز میں اپنے بچہ کو بار بار اٹھا کے سینے سے لگاتی اور دودھ پلاتی تھی، دیکھنے والوں کو محسوس ہوتا تھا کہ مامتا کے جذبہ سے اس کا سینہ بھرا ہوا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کی طرف اشارہ کر کے فرمایا تھا:

"خدا کی قسم اللہ کی ذات میں اپنے بندوں کے لئے اس سے زیادہ پیار اور ترحم ہے جتنا کہ اس ماں میں اپنے بچے کے لئے ہے"۔ ۱۲

گناہ کرا کر شیطان بھی پشیمان ہوا

ابو الجوزاءؒ فرماتے ہیں کہ آدمی گناہ کر کے ہمیشہ نادم رہتا ہے یہاں تک کہ جنت میں داخل ہوتا ہے اس وقت شیطان کہتا ہے کاش میں اس سے گناہ نہ کراتا۔ (انتہٰی)

یعنی وہ گناہ بھی ندامت کی وجہ سے اسکی نیکیوں کی کھاد بن گیا اور نیکیوں کی کھیتی کو برباد کر دینے والے کیڑے مثلاً کبر، حسد، وغیرہ کو ختم کرنے کا ذریعہ بن گیا۔

اِلاَّ مَنْ تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ عَمَلاً صَالِحًا

فَاُولٰئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ

وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا.

بار بار گناہ کرنے اور بار بار توبہ کرنے والے کے تمام گناہوں کی معافی اور قبولیت اور محبت کا مُژدہ

جس ذات پاک نے گناہ معاف کرنے ہیں اُس نے اپنے کلامِ پاک میں ہم لوگوں کیلئے اعلان فرمادیا:

قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰى اَنْفُسِهِمْ لاَ تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا اِنَّهُ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ. (سورۂ زمر)

(ترجمہ) اے میرے بندو جنہوں نے (کفر و شرک کر کے) اپنے اوپر زیادتیاں کی ہیں تم خدا کی رحمت سے ناامید مت ہو، بالیقین خدا تعالیٰ تمام (گذشتہ) گناہوں کو معاف فرمادے گا، واقعی وہ بڑا بخشنے والا بڑی رحمت والا ہے۔

اس میں فرمایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ سارے ہی گناہوں کو معاف فرمادیتے ہیں، احادیث میں ہے کہ گناہ چاہے سمندر کی جھاگوں کے برابر ہوں چاہے ریت کے ذرات کے برابر ہوں سب ایک دم معاف ہو جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ودود ہے یعنی محبت کرنے والا، رحیم ہے یعنی بے حد رحم کرنے والا، توّاب ہے یعنی بار بار توبہ قبول کرنے والا، غفور ہے یعنی بہت بخشنے والا ہے...... اللہ پاک کی ساری صفات لامتناہی

ہیں، بندوں کے اعمال کی اس کے سامنے کوئی حیثیت نہیں محض لاشئے ہیں۔ اب کوئی کہے کہ گناہ کرنا تو انسان کی طبیعت میں ہے وہ سارے ایک دم کیسے چھوٹ سکتے ہیں، تو عرض ہے کہ گناہ چھٹنے کا نہیں عرض کیا جارہا ہے بلکہ بس ندامت کے ساتھ گذشتہ سے معافی اور آئندہ کے لئے چھوڑنے کا ارادہ کرنے کا حکم ہے، اور یہ بہت آسان ہے اور بندہ کا اختیاری کام ہے۔ اب اگر اپنی کمزوریٔ نفس کی شرارت سے دوبارہ گناہ ہو جائے یا جس بات کے چھوڑنے کا ارادہ کیا اُس پر عمل نہ ہو سکے تو پہلی توبہ کے اثر یعنی گناہ کے ختم ہو جانے اور اس کے اجر میں کوئی کمی نہیں آتی، چاہے ایک ہی روز سو دفعہ یہی معاملہ پیش آئے، یعنی بار بار گناہ کرے اور بار بار توبہ کرتا رہے تو اس توبہ کو جھوٹی توبہ نہیں کہا جائے گا، کیونکہ سچ بولنا تو اپنے اختیار کی چیز ہے جب بھی توبہ کرے سچی کرے اور پھر جب گناہ ہو جائے گا یا گناہ چھوڑنے کا جو ارادہ کیا تھا اُس پر عمل نہیں ہوگا تو یہ شمار میں دوسرا فعل ہوگا، اس سے پہلی توبہ کے عمل کا اجر ضائع نہیں ہوگا، اب توبہ کرے گا تو یہ ایک نیا عمل ہوگا۔

اس کے متعلق بخاری شریف اور مسلم شریف میں ایک حدیث ہے: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے بیان فرمایا: "اللہ کے کسی بندے نے کوئی گناہ کیا پھر اللہ سے عرض کیا کہ اے میرے مالک! مجھ سے گناہ ہو گیا مجھے معاف فرما دے، تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میرا بندہ جانتا ہے کہ اُس کا کوئی مالک ہے جو گناہوں پر پکڑ بھی سکتا ہے اور معاف بھی کر سکتا ہے، میں نے اپنے بندے کا گناہ بخش دیا اور اس کو معاف کر دیا۔ اس کے بعد جب تک اللہ نے چاہا وہ بندہ گناہ سے رُکا رہا، اور پھر کسی وقت گناہ کر بیٹھا اور پھر اللہ سے عرض کیا میرے مالک! مجھ سے گناہ ہو گیا تو اس کو بخش دے اور معاف فرما دے، تو اللہ تعالیٰ نے پھر فرمایا کیا میرا

بندہ جانتا ہے کہ اس کا کوئی مالک ہے جو گناہ و قصور معاف بھی کر سکتا ہے اور پکڑ بھی سکتا ہے، میں نے اپنے بندے کا گناہ معاف کر دیا۔ اس کے بعد جب تک اللہ نے چاہا وہ بندہ گناہوں سے رُکا رہا اور کسی وقت پھر کوئی گناہ کر بیٹھا اور پھر اللہ تعالیٰ سے عرض کیا اے میرے مالک و مولیٰ! مجھ سے اور گناہ ہو گیا تو مجھے معاف فرمادے اور میرا گناہ بخش دے، تو اللہ تعالیٰ نے پھر ارشاد فرمایا کیا میرے بندے کو یقین ہے کہ اس کا کوئی مالک و مولیٰ ہے جو گناہ معاف بھی کرتا ہے اور سزا بھی دے سکتا ہے میں نے اپنے بندے کو بخش دیا اب جو اس کا جی چاہے کرے۔

(فائدہ) دوسری جگہ یہ مضمون بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میری عزت و جلال کی قسم! جب تک بھی یہ بندہ توبہ کرتا رہے گا میں اس کو بخشتا ہی رہوں گا۔ اس کے علاوہ یہ چیز مستقل ہے کہ کفر و شرک کے علاوہ توبہ کے بغیر بندے کے بعض دوسرے اعمال بھی گناہوں کی بخشش کا ذریعہ بنتے ہیں اور بغیر کسی ذریعہ کے بھی اللہ جس کو چاہتا ہے بخشتا رہتا ہے، اور توّاب تو اس کا نام مبارک ہے جس کے معنی ہیں بار بار اور بہت بخشنے والا، اور بار بار توبہ کرنے والوں کے متعلق فرمایا گیا ہے کہ اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ، یعنی اللہ تعالیٰ بار بار توبہ کرنے والوں کو محبوب رکھتا ہے۔ دوسری حدیث میں ہے: حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو بندہ استغفار کرے پھر اگر دن میں ستر مرتبہ پھر وہی گناہ کرے تو (اللہ کے نزدیک) وہ گناہ پر اصرار کرنے والوں میں نہیں ہے ؂

وہ بازی خطا کی جتاتے رہیں   میں اُن کے بھروسہ پہ ہارا کروں

اور بعض توبہ کرنے والوں کے لیے تو یہاں تک فرمادیا گیا: اُولٰٓئِكَ یُبَدِّلُ اللّٰہُ سَیِّاٰتِہِمْ حَسَنٰت یعنی اللہ تعالیٰ ان کے گناہوں کو نیکیوں سے بدل دیتے ہیں۔

ایک طویل مشہور حدیث ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ توبہ کرنے والے سے اللہ تعالیٰ اُس بندہ سے بھی زیادہ خوش ہوتے ہیں جو فرطِ مسرت میں اپنا ہوش ہی کھو بیٹھا ہو۔ اور بار بار توبہ کرنے والے کے متعلق ''وَاللّٰهُ یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ'' کا اعلان ہو چکا، لہذا توبہ کرنے والے بندہ کی حالت چاہے دس منٹ ہی رہی ہو اللہ تعالیٰ کی خوشی ورضا کا باعث ہے، اللہ تعالیٰ اس بندہ کو محبوب رکھتے ہیں اُس پر رحمت نازل ہوتی ہے، جن کو نزول کا ادراک ہوتا ہے وہ دُنیا ہی میں اس پر کرم ورحمت کی بارش دیکھتے ہیں۔

حضرت سیّد ابو بکر غزنویؒ نے فرمایا کہ گنہگار (جب توبہ کی نیت سے آتا ہے) کے آنے سے اتنی رحمت نازل ہوتی ہے کہ خود ہمارے ذکر کرنے سے اتنی رحمت نازل نہیں ہوتی، اس کی وجہ سے پوری مجلس پر رحمت نازل ہوتی ہے۔ اس کے برعکس ایک بزرگ نے فرمایا کہ جب کوئی نام نہاد متقی مجلس میں آتا ہے تو اس کے عجب وکبر کے تعفن سے مجلس خراب ہو جاتی ہے، توجہ الی اللہ ختم ہو کر دلوں میں ظلمت چھا جاتی ہے۔

توبہ کرنے والا اس وقت مقبول اور ولی اللہ ہوتا ہے، حدیثِ پاک میں ولی اللہ کی علامت یہ فرمائی گئی ہے کہ اُس کو دیکھ کر خدا یاد آجائے۔ چنانچہ عرفات، ملتزم، اور روضہ اقدس پر بعض (شریعت کے لحاظ سے) بری صورت والوں کی شرم کی حالت دیکھ کر اور ان کے ٹوٹے پھوٹے دعائیہ الفاظ سن کر اللہ کی یاد ایسی آتی ہے اور دل پر ایسا اثر ہوتا ہے کہ رونا آجاتا ہے۔ اس کے برعکس بعض نپی تلی مکمل متقی صورتوں کی فصیح وبلیغ مسجّع دعاؤں کے سننے سے دل میں غفلت پیدا ہوتی ہے، اگرچہ دماغ کو الفاظ اچھے لگیں، حتیٰ کہ بعضوں کے توزار زار رونے کا بھی دل پر اثر نہیں ہوتا کیونکہ وہ صرف رافضیوں کی طرح مشّاق ہی ہوتے ہیں جبکہ بعض مخلصین جن کو رونا نہیں آتا اور وہ اللہ کے لئے تکلف سے رونی صورت بنائیں، تو اس کا بھی دوسروں کے دلوں پر اثر پڑتا ہے۔

؎ باز آ باز آ ہر انچہ ہستی باز آ　　گر کافر و گبر و بت پرستی باز آ
این درگہ ما درگہ نومیدی نیست　　صد بار اگر توبہ شکستی باز آ

اگر ساری مخلوق گناہ کرنا چھوڑ دے تو؟

ایک حدیث پاک میں ارشاد ہے:

عَنْ اَبِیْ اَیُّوْبَ اَنَّهٗ قَالَ حِیْنَ حَضَرَتْهُ الْوَفَاةُ كُنْتُ كَتَمْتُ عَنْكُمْ شَیْئًا سَمِعْتُهٗ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَمِعْتُهٗ يَقُوْلُ: لَوْ لاَ اَنَّكُمْ تُذْنِبُوْنَ لَخَلَقَ اللّٰهُ خَلْقًا يُذْنِبُوْنَ يَغْفِرُلَهُمْ. (رواہ مسلم)

حضرت ابو ایوب انصاریؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے اپنی وفات کے وقت فرمایا کہ: میں نے ایک بات رسول اللہ ﷺ سے سنی تھی اور تم سے ابتک چھپائی تھی (اب جبکہ میرا آخری وقت ہے وہ میں تم کو بتاتا ہوں اور وہ امانت تمہارے سپرد کرتا ہوں) میں نے حضور ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا۔ آپ فرماتے تھے کہ: اگر بالفرض تم سب (ملائکہ کی طرح) بے گناہ ہو جاؤ اور تم سے کوئی گناہ سرزد نہ ہو، تو اللہ اور مخلوق پیدا کرے گا جن سے گناہ بھی سرزد ہوں گے، پھر اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت کا فیصلہ فرمائے گا (اور اس طرح اُس کی شانِ غفاریت کا ظہور ہوگا) (صحیح مسلم)

(تشریح) اس حدیث سے یہ سمجھنا کہ اللہ تعالیٰ کو معاذ اللہ گناہ مطلوب ہیں اور وہ گنہگاروں کو پسند کرتا ہے، اور رسول اللہ ﷺ نے اس ارشاد کے ذریعہ گناہوں اور گنہگاروں کی ہمت افزائی فرمائی ہے، بڑی جاہلانہ غلط فہمی ہوگی۔ انبیاء علیہم السلام کی بعثت کا مقصد ہی یہ ہے کہ لوگوں کو گناہوں سے بچایا جائے اور اعمال صالحہ کی ترغیب

دی جائے...... دراصل حدیث کا منشاء اور مدعا اللہ تعالیٰ کی شان غفاریت کو ظاہر کرنا ہے، اور مطلب یہ ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ کی صفت خالقیت کے ظہور کے لئے ضروری ہے کہ کوئی مخلوق پیدا کی جائے، اور صفت رزّاقیت کے لئے ضروری ہے کہ کوئی مخلوق ہو جس کو رزق کی ضرورت ہو اور اللہ تعالیٰ اس کو رزق عطا فرمائے۔ علیٰ ہذا جس طرح اللہ تعالیٰ کی صفتِ ہدایت کیلئے ضروری ہے کہ کوئی مخلوق ہو جس میں ہدایت لینے کی صلاحیت ہو اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کو ہدایت ملے اسی طرح اللہ تعالیٰ کی شانِ غفاریت کے لئے ضروری ہے کہ کوئی ایسی مخلوق ہو جس سے گناہ بھی سرزد ہوں پھر وہ اللہ تعالیٰ کے حضور میں استغفار کرے اور گناہوں کی معافی اور بخشش چاہے، اور پھر اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت اور بخشش کا فیصلہ فرمائے...... اس لئے ناگزیر ہے اور ازل سے طے ہے کہ اس دنیا میں گناہ کرنے والے بھی ہوں گے اُن میں سے جن کو توفیق ملے گی وہ استغفار بھی کریں گے اور اللہ تعالیٰ اُن کی مغفرت کا فیصلہ بھی فرمائے گا اور اس طرح اس کی صفت مغفرت اور شانِ غفاریت کا ظہور ہو گا۔

حضرت ابو ایوب انصاریؓ نے حضور ﷺ کے اس ارشاد کا اپنی زندگی میں اس خیال سے کبھی تذکرہ نہیں کیا کہ کم فہم لوگ غلط فہمی میں مبتلا نہ ہو جائیں پھر اپنے آخری وقت میں اپنے خاص لوگوں سے اظہار فرما کر امانت گویا ان کے سپرد کر دی۔

یہی مضمون الفاظ کے تھوڑے سے فرق کے ساتھ صحیح بخاری و صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہؓ سے بھی مروی ہے۔

جمال سوم

گناہ چھوٹ نہیں سکتے۔ سچی توبہ کر نہیں سکتے

یہ ایک شیطانی دھوکہ ہے اور زبردست مغالطہ ہے ہم نے جس کیمیاء صفت عمل کا شروع میں ذکر کیا ہے اس کو بیان کرنے سے پہلے اس مغالطہ کو دور کرنے اور اس عمل کو سمجھنے کے لئے مندرجہ ذیل چند معروضات پیش کرتے ہیں جن کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے۔

(۱) جمال دوم سے یہ معلوم ہو گیا کہ ہم سب گنہگار ہیں ہر شخص گناہوں میں ملوث ہے کوئی ظاہری گناہوں میں اور کوئی باطنی گناہوں میں مثلاً نفاق، تکبر، کینہ، مال وجاہ کی محبت وغیرہ کو جو نظر نہیں آتے اور کوئی کم اور کوئی زیادہ اور اسی طرح ہر ایک کا گناہ اس کے مرتبہ کے مطابق ہوتا ہے اس لئے ہم سب کو توبہ کرتے رہنا چاہئے اور اپنا تعلق مالک سے جوڑے رکھنا چاہئے۔ ایک عارف کا ارشاد ہے کہ مالک سے تعلق ضرور رکھنا چاہئے جس کے بغیر چارہ نہیں اور تعلق کا قائم کرنا اگر مالی و جانی طاعت سے مشکل ہو تو معذرت کے ذریعہ قائم کرے جس میں خرچ تو کچھ نہیں ہوتا لیکن وہ طاعت کا مغز ہے۔

(۲) سید الطائفہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحبؒ کا ارشاد ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی سچی عبادت کرنے والے کی عبادت میں پہلے ریاء ہوتی ہے پھر وہ

عادت عبادت بن جاتی ہے پھر اس صوری عبادت کی برکت سے وہ حقیقی عبادت بن جاتی ہے۔

(۳) عوام کے ناقص اور ناقابل قبول اعمال کے مقابلے میں اولیاء اللہ کے اعمال کو کامل اور خالص کہا جاتا ہے اور یہ کہا جاتا ہے کہ ان میں قبولیت کی شرائط موجود ہیں لیکن ان کی نیکیاں بھی اولیاء مقربین کے لحاظ سے بمنزلہ گناہ کے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے حضور میں پیش کئے جانے کے قابل نہیں ہیں اور اللہ تعالیٰ کی نسبت سے ان میں بھی قبولیت کی شرائط نہیں پائی جاتیں۔

(۴) شریعت کے ہر حکم میں استطاعت کا ہونا شرط ہے اگرچہ استطاعت ہونے نہ ہونے میں کم ہمتوں کو مغالطہ لگتا ہے اور وہ اپنی کم ہمتی کو عدم استطاعت سمجھ بیٹھتے ہیں کیونکہ ہمت کے بغیر کوئی کام نہیں ہو سکتا اس لئے ہمت پیدا کرنے کے لئے کوئی چیز بطور تدبیر مثلاً عمل میں تدریج وغیرہ کو اختیار کرنا عین حکمت ہے۔

(۵) اللہ تعالیٰ سے معذرت کے ذریعہ تعلق قائم کرنے کے سلسلہ میں حکیم الامت حضرت تھانویؒ کا جو طریقہ آگے بیان ہو رہا ہے اسمیں توبہ کی شرائط کے بغیر ناقص توبہ کا کرنا اللہ کے فضل سے سچی توبہ کے بن جانے کا ذریعہ بن جاتا ہے اور بندہ کے ذوق میں تو اس کی ناقص توبہ بھی ناقص نہیں اس لئے کہ توبہ کی حقیقت ندامت ہے اور عبادت کا مغز انتہائی ذلت اور عجز ہے اور یہ باتیں اس کے فعل میں پائی جاتی ہیں اس لئے انشاء اللہ اس کی پہلی ناقص توبہ بھی قبول ہے کیونکہ قبولیت کی ایک علامت حضرت حاجی امداد اللہ صاحبؒ نے یہ بیان فرمائی ہے کہ جب کوئی بندہ ایک دفعہ کوئی عمل کرتا ہے اور اس کو دوبارہ پھر اسی عمل کی توفیق ہوتی ہے تو یہ اس بات کی علامت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے اس ناقص کو قبول کر لیا۔

(۶) اور جو شخص بظاہر توبہ کی شرائط پوری کرتا ہے اس کی توبہ بھی حقیقت میں ناقص ہی ہوتی ہے کہ اپنے عزم اور سچائی کا کون دعویٰ کر سکتا ہے اسی لئے عارفین کا ارشاد ہے کہ ہمارا استغفار کرنا خود استغفار کا محتاج ہے ؂

میری توبہ سے "توبہ"   توبہ استغفار کرتی ہے

بندہ کے نزدیک تو اللہ کریم کے حضور میں سچی توبہ کرنے سے عاجزی کا اظہار کرنا زیادہ ہی بہتر ہے۔

(۷) سچی توبہ کی شرائط میں ندامت کے ساتھ ساتھ عمل بد کو چھوڑنا اور آئندہ نہ کرنے کا عزم کرنا بھی ضروری ہے اس میں مغالطہ یہ ہوتا ہے کہ گناہ چھوڑنا اور گناہ چھوٹ جانا دو الگ الگ چیزیں ہیں جن کو ایک سمجھ لیا جاتا ہے اور آئندہ گناہ نہ چھٹنے کی شکل میں یا نہ چھوٹ سکنے کے اندیشہ میں توبہ کرنے کو بے کار سمجھ لیا جاتا ہے اور اپنی اس حالت سے مایوسی کی وجہ سے توبہ نہیں کی جاتی ہے۔

ملنا ترا اگر نہیں آساں تو سہل ہے
دشوار تو یہی ہے کہ دشوار بھی نہیں

کیمیاء صفت عمل

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے اپنے ایک وعظ میں کم ہمتوں کے لئے ایک طریقہ علاج فرمایا ہے، وہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے، اگر اس پر عمل کریں تو انشاءاللہ تعالیٰ بہت جلد زندگی میں انقلاب آجائے گا اور گناہ چھوٹنے لگیں گے اور سچی توبہ کی توفیق نصیب ہوگی۔

دو رکعت نفل نماز توبہ کی نیت سے پڑھ کر یہ دعا مانگیں: اے اللہ! میں آپ کا سخت نافرمان بندہ ہوں فرمانبرداری کا ارادہ کرتا ہوں مگر میرے ارادے سے کچھ نہیں ہوتا اور آپ کے ارادے سے سب کچھ ہو سکتا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ میری اصلاح ہو جائے مگر ہمت نہیں ہوتی آپ ہی کے اختیار میں ہے میری اصلاح۔ اے اللہ! میں سخت نالائق ہوں سخت گنہگار ہوں میں تو عاجز ہو رہا ہوں آپ میری مدد فرمایئے، میرا قلب ضعیف ہے گناہوں سے بچنے کی قوت نہیں آپ ہی قوت دیجئے، میرے پاس کوئی سامانِ نجات نہیں آپ ہی غیب سے میری نجات کا سامان پیدا کر دیجئے۔ اے اللہ! جو گناہ میں نے اب تک کئے ہوں انہیں اپنی رحمت سے معاف فرمایئے، گو میں یہ نہیں کہتا کہ آئندہ ان گناہوں کو نہ کروں گا، میں جانتا ہوں کہ آئندہ پھر کروں گا لیکن پھر معاف کرالوں گا۔

اسی طرح روزانہ اپنے گناہوں کی معافی اور عجز کا اور اپنی اصلاح کی دعا اور اپنی نالائقی کو خوب اپنی زبان سے کہہ لیا کرو، صرف دس منٹ روزانہ یہ کام کر لیا کرو، لو

بھائی دوا بھی مت پیئو پرہیز بھی چھوڑو صرف اس نمک کا استعمال سوتے وقت کر لیا کرو۔

آپ دیکھیں گے کہ کچھ دن بعد انشاء اللہ غیب سے ایسا سامان ہو گا کہ ہمت بھی ہوتی جائے گی، شان میں بٹہ بھی نہ لگے گا، دشواریاں بھی پیش نہ آئیں گی، غیب سے ایسا سامان ہو جائے گا کہ آپ کے ذہن میں بھی نہیں ہے۔

جمال چہارم

کریم کا اپنوں اور اپنے سے کرم کی امید رکھنے والوں سے معاملہ

اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ایمان پر خاتمہ فرمائے اور آخر دم تک اپنوں میں شامل رکھے، اپنے باغیوں اور دشمنوں میں شامل نہ کرے، پھر تو کریم آقا سے بہت امیدیں ہیں حتیٰ کہ جو کچھ جمال سوم میں ناقص توبہ اور اعمال کے متعلق لکھا گیا ہے اس سے بھی بڑھ کر امیدیں ہیں اور یہ امیدیں اپنے ناقص یا کامل کسی بھی عمل کی وجہ سے نہیں محض اسکی شان کریمی اور شان عفو اور دیگر شؤن جمالیہ کی بناء پر ہیں کہ ان کا ظہور اپنوں پر انشاءاللہ ضرور ہوگا اور دوسری صفات جلالیہ جس کا ظہور بھی منشاء تخلیق ہے جو جمال اول میں بیان کیا گیا ہے اور نصوص میں بار بار بیان فرمایا گیا ہے کہ وہ دشمنوں اور باغیوں کے لئے ہے اور اپنوں کے لئے تو کرم ہی ہے اور ''کریم'' کے معنیٰ ہیں بلا استحقاق بخشش کرنے والا، اپنی رحمت کے متعلق اللہ کریم نے فرمایا ہے رَحْمَتِیْ وَسِعَتْ کُلَّ شَیْءٍ. میری رحمت شامل ہے ہر چیز کو، اور دوسری آیت میں فرمایا ہے کَتَبَ رَبُّکُمْ عَلٰی نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ یعنی اللہ کریم نے رحمت کرنے کو اپنے ذمہ لکھ لیا ہے اور ارشاد ہے وَاَنَا اَرْحَمُ الرَّاحِمِیْن یعنی میرے غضب پر میری رحمت غالب ہے اور میں تمام رحم کرنے والوں سے زیادہ رحیم ہوں اور ارشاد ہے اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَؤُفٌ الرَّحِیْم یقیناً اللہ تعالیٰ لوگوں پر بہت شفیق، مہربان ہیں اور ارشاد ہے وَرَبُّكَ

الْغَفُوْرُ ذُو الرَّحْمَه اور آپ کا رب بہت بخشش والا، رحمت والا ہے اور نَبِّئْ عِبَادِی اَنِّیْ اَنَا الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ میرے بندوں کو خبر دار کر دیں کہ یقیناً میں بہت بخشش والا، مہربان ہوں اور ارشاد ہے وَھُوَ الْغَفُوْرُ الْوَدُوْدُ اور ارشاد ہے یَخْتَصُّ بِرَحْمَتِہٖ مَنْ یَّشَآءُ یعنی جس کو چاہے اپنی رحمت خاصہ کے ساتھ مخصوص کرے یعنی یہ تو اللہ کی مرضی پر ہے مگر جس شخص پر رحمت ہوتی ہے اس کی علامت اعمال صالحہ ہیں چنانچہ ارشاد ہے اِنَّ رَحْمَةَ اللّٰہِ قَرِیْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِیْنَ یعنی اللہ کی رحمت خاصہ نیکو کاروں کے ساتھ ہے۔

بس اللہ تعالیٰ اپنوں میں شامل رکھے اپنے دشمنوں یعنی کفار میں نہ کرے تو رب کریم کی رحمت ہی رحمت ہے اور کریم ذات سے امید ہی امید ہے اور گنہگاروں لیکن اپنوں کی تو رب کریم کے رسول کریم ﷺ بھی اس انداز سے شفاعت فرمائیں گے کہ "یہ تو میرے ہیں" شَفَاعَتِیْ لِاَھْلِ الْکَبَائِرِ مِنْ اُمَّتِیْ (الحدیث) اللہ ہمیں ان ہی میں رکھے ان کے دشمنوں سے ہمارا جوڑ نہ ہو، پھر دنیا و آخرت کی دائمی زندگی میں راحت ہی راحت ہے

ؔ دو کریموں میں امیدوں کا سہارا مل گیا

یا رب تو کریمی و رسولِ تو کریم
صد شکر کہ ہستیم میانِ دو کریم

غیر معمولی امید افزاء بات

رب کریم نے فرمایا:

قُلْ یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰی اَنْفُسِہِمْ لاَ تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَۃِ اللّٰہِ. اِنَّ اللّٰہَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا اِنَّہٗ ھُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ.

”یعنی کہہ دو اے بندو میرے جنہوں نے کہ زیادتی کی ہے اپنی جان پر آس مت توڑو اللہ کی مہربانی سے، بیشک اللہ بخشتا ہے سب گناہ، وہ جو ہے وہی ہے گناہ معاف کرنے والا مہربان۔“

فائدہ: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ یہ آیت گنہگاروں کے لئے قرآن کی سب آیتوں سے زیادہ امید افزا ہے۔ مگر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ سب سے زیادہ رجاء اور امید کی یہ آیت ہے: اِنَّ رَبَّکَ لَذُوْ مَغْفِرَۃٍ لِّلنَّاسِ عَلٰی ظُلْمِہِمْ. ”یعنی یہ بات بھی یقینی ہے کہ آپ کا رب لوگوں کی خطائیں باوجود ان کی بے جا حرکتوں کے معاف کردیتا ہے“...... مفسرین نے لکھا ہے کہ سب سے بڑھ کر امید گاہِ مغفرت یہ آیت اس وجہ سے ہے کہ اس میں ”عَلٰی ظُلْمِہِمْ“ کا لفظ اُمید دلا رہا ہے کہ بغیر توبہ کے بھی (مسلمان کی) مغفرت ہوسکتی ہے، کیونکہ توبہ کرنے والا تو ظلم پر نہیں رہتا، وہ بے گناہ کی طرح ہوجاتا ہے۔ (ماخوذ از تفسیر مظہری)

فائدہ: اور ہماری توبہ بھی تو برائے نام توبہ ہوتی ہے کیونکہ توبہ کے اکثر شرائط، ندامت، حضورِ قلب وغیرہ میں کمی ہوتی ہے۔ اسی لئے بزرگوں نے فرمایا ہے کہ ہمارا استغفار خود استغفار کا محتاج ہے۔ بہرحال توبہ کے بعد بھی عفو ورحمت کی سب کو

ضرورت ہے اور وہ موجود ہے، لہذا کسی کو کسی حال میں مایوس نہ ہونا چاہئے

؎ گناہ آئینہ عفو ورحمت است اے شیخ   مبین بچشم حقارت گناہ گاراں را

من القصیدہ :

یَا نَفْسُ لاَ تَقْنَطِیْ مِنْ زَلَّةٍ عَظُمَتْ   اِنَّ الْکَبَائِرَ فِی الْغُفْرَانِ کَاللَّمَمِ

یعنی اے عاجز بندے تو بڑے گناہوں کی وجہ سے ناامید نہ ہو، کیونکہ اللہ کریم ورحیم کی بخشش کے آگے بڑے بڑے گناہ مثل چھوٹے گناہوں کے ہیں، (جو بغیر توبہ ہی کے معاف ہوتے رہتے ہیں بشرطیکہ حقیقت میں صغیرہ ہی ہوں کیونکہ بہت سے صغائر کبائر کے حکم میں ہو جاتے ہیں)

لَعَلَّ رَحْمَةَ رَبِّیْ حِیْنَ یَقْسِمُهَا   تَأْتِیْ عَلٰی حَسَبِ الْعِصْیَانِ فِی الْقِسَمِ

یعنی امید ہے کہ جب اللہ کریم اپنی رحمت کو تقسیم فرمائے گا تو وہ رحمت گنہگاروں کو گناہوں کے موافق حصہ میں آئے گی

یَا رَبِّ وَاجْعَلْ رَجَائِی غَیْرَ مُنْعَکِسٍ   لَدَیْكَ وَاجْعَلْ حِسَابِیْ غَیْرَ مُنْخَرِمِ

"اے میرے اللہ کریم! میں پر امید ہوں اس کے خلاف نہ کرنا۔ اور
اپنے انعامات وعنایات ہمیشہ جاری رکھنا کہ یہ کھاتہ کبھی بند نہ ہو۔"

اللہ تعالیٰ نے اپنی اس صفت کا ظہور اس طرح فرمایا کہ اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے قرآن میں وعدہ فرمایا ہے وَلَسَوْفَ یُعْطِیْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰی. "یعنی آگے دے گا تجھ کو تیرا رب پھر تو راضی ہوگا"۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا قول ہے کہ آپ تو کبھی بھی خوش نہ ہوں گے اگر آپ کی امت میں سے ایک آدمی بھی دوزخ میں رہے گا۔ (درمنثور)

اور اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے آپ کو خوش کرنے کا تو انشاء اللہ تعالیٰ ایک امتی بھی

دوزخ میں نہیں رہے گا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم رو رہے تھے اور ہاتھ اٹھا کر اے اللہ میری امت! اے اللہ میری امت فرمارہے تھے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے جبریل! محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس جاؤ (اور یوں تو تمہارا پروردگار جانتا ہی ہے) اور ان سے پوچھو آپ کے رونے کا سبب کیا ہے؟ انہوں نے آپ سے پوچھا، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے جو کچھ تھا ان کو بتایا، یعنی اپنی امت کی فکر، حق تعالیٰ نے جبرئیل سے فرمایا، محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس جاؤ اور کہو: ہم آپ کو آپ کی امت کے معاملہ میں خوش کردیں گے اور رنج نہ دیں گے۔

حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ اپنے قصیدہ میں فرماتے ہیں

ے عجب نہیں تیری خاطر سے تیری امت کے
گناہ ہو ویں قیامت کو طاعتوں میں شمار
بکیں گے آپ کی امت کے جرم ایسے گراں
کہ لاکھوں مغفرتیں کم سے کم پہ ہوں گی نثار

اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق فرمایا:
﴿لَقَدْ جَآءَ كُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ﴾ "یعنی اے لوگو! تمہارے پاس ایک ایسے پیغمبر تشریف لائے ہیں جو تمہاری جنس سے ہیں جن کو تمہاری مضرت کی بات نہایت گراں گذرتی ہے اور وہ تمہارے فائدے کے لئے بہت ہی آرزومند ہیں اور تمہاری خیر

خواہی اور نفع رسانی کی خاص تڑپ ان کے دل میں ہے"۔

جب آپ تمام جہانوں کے لئے اس قدر خیر خواہ ہیں تو خاص ایمانداروں کے حق میں ظاہر ہے کہ کس قدر مشفق اور مہربان ہوں گے، اسی لئے "بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَؤُفٌ رَّحِیْمٌ" فرمایا گیا کہ مومنین کے ساتھ تو بہت ہی شفقت کرنے والے اور بہت ہی رحم کرنے والے ہیں ...... اور دوسری جگہ فرمایا گیا: ﴿اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ﴾ "یعنی نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو مسلمانوں کے ساتھ ان کے نفوس (جانوں) سے بھی زیادہ تعلق ہے۔"

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ایک بار امت کی مغفرت کی درخواست کرنے میں پوری رات ایک ہی آیت پڑھتے رہے۔

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ وہ آیت یہ تھی: ﴿اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ﴾

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو میں نے خوش دیکھا تو عرض کیا یا رسول اللہ میرے لئے دعا فرما دیجئے، آپ نے فرمایا: اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِعَائِشَةَ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهَا وَمَا تَاَخَّرَ وَمَا اَسَرَّتْ وَمَا اَعْلَنَتْ یہ دعا سنکر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا خوشی کے مارے ہنستے ہنستے لوٹ پوٹ ہو گئیں، آپ نے فرمایا کہ میری دُعا سے تمہیں بہت خوشی ہوئی؟ تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا کہ "آپ کی دُعا سے میں کیسے خوش نہ ہوں"۔ اس پر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ یہی

دُعا اپنی امت کے لئے ہر نماز کے بعد کیا کرتا ہوں۔

؎ نہ آخر رحمۃ للعالمینی ز محروماں چرا غافل نشینی

یعنی آپ یقیناً رحمۃ للعالمین ہیں، ہم حرمان نصیبوں اور ناکامان قسمت سے کیسے تغافل فرما سکتے ہیں۔

يَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَآئِمًا اَبَدًا

عَلٰى حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

جمال پنجم

اللہ کریم کی رحمت خاصہ اور اس کے رسول کریم ﷺ کی شفاعت کا سب سے زیادہ فائدہ اٹھانے والا شخص

جس کے بارے میں حدیث پاک میں ارشاد ہے: ﴿اَسْعَدُ النَّاسِ بِشَفَاعَتِیْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ مَنْ قَالَ لَآ اِلٰهَ اِلاَّ اللّٰهُ خَالِصًا مِّنْ قَلْبِهٖ اَوْ نَفْسِهٖ﴾ یعنی میری شفاعت کے ساتھ سب سے زیادہ سعادت منداور نفع اٹھانے والا وہ شخص ہوگا جو دل کے خلوص کے ساتھ لَآ اِلٰهَ اِلاَّ اللّٰهُ کہے۔

(فائدہ) سعادت کا مطلب یہ ہے کہ آدمی کو خیر کی طرف پہنچانے کے لئے توفیق الٰہی شامل حال ہو جائے (لہذا اس آدمی کی علامت یہ ہوگی کہ نیک اعمال کی طرف رغبت کرتا ہو اور گناہوں سے بچتا ہوں، اور ایک حدیث میں کلمہ کا اخلاص یہی فرمایا گیا کہ پڑھنے والے کو حرام کاموں سے روک دے)

بلا حساب کتاب جنت میں داخلہ کی امید

اللہ کریم جو عزیز وقدیر ہے اس کا ارشاد ہے: "رَحْمَتِیْ وَسِعَتْ كُلَّ شَیْءٍ" نیز ان ہی کا ارشاد حدیث قدسی میں ہے: "اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِیْ بِیْ فَلْیَظُنَّ بِیْ مَا شَآءَ" لہذا احقر تو اس خستہ وخراب حالت کے ساتھ پورے وثوق سے امید کرتا ہے

اور دعا کرتا ہے کہ اللہ کریم سلامتی ایمان کے ساتھ مدینہ منورہ کی موت نصیب کرے اور اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خصوصی شفاعت نصیب فرما کر بلا حساب وکتاب جنت میں داخل فرمائے کیونکہ اللہ کی رحمت بہت وسیع ہے، بہت بڑی تعداد میں اس کے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے امتیوں کا داخلہ اسی شان سے ہوگا، جس کا وعدہ حدیث پاک میں ہے:

مسند احمد کی روایت میں ہے:

عَنْ اَبِیْ بَکْرِ نِالصِّدِّیْقِ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ: اُعْطِیْتُ سَبْعِیْنَ اَلْفًا یَّدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ بِغَیْرِ حِسَابٍ وُجُوْهُهُمْ کَالْقَمَرِ لَیْلَةَ الْبَدْرِ وَقُلُوْبُهُمْ عَلٰی قَلْبِ رَجُلٍ وَاحِدٍ فَاسْتَزَدْتُّ رَبِّیْ عَزَّ وَجَلَّ فَزَادَنِیْ مَعَ کُلِّ وَاحِدٍ سَبْعِیْنَ اَلْفًا.

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ عطیہ فرمایا کہ ستر ہزار بغیر حساب کے جنت میں داخل فرمائیں گے جن کے چہرے چودھویں کے چاند کی طرح چمکتے ہوں گے اور ان کے قلوب ایک سے ہوں گے، میں نے اپنے رب سے مزید کی درخواست کی تو ہر ایک کے ساتھ مزید ستر ہزار کو منظور فرمایا۔

عَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ: وَعَدَنِیْ رَبِّیْ اَنْ یُّدْخِلَ الْجَنَّةَ مِنْ اُمَّتِیْ سَبْعِیْنَ اَلْفًا لاَ حِسَابَ عَلَیْهِمْ وَلاَ عَذَابَ مَعَ

حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے سنا کہ میرے رب نے وعدہ فرمایا ہے کہ وہ میری امت میں سے ستر ہزار کو بلا

كُلِّ اَلْفٍ سَبْعُوْنَ اَلْفًا ثَلاَثَ حَثَيَاتٍ مِّنْ حَثَيَاتِهٖ. (ترمذی شریف)

عذاب وحساب جنت میں داخل فرمائیں گے، اس شان سے کہ ہر ہزار کے ساتھ ستر ہزار اور تین لپ اللہ کے لپوں میں سے بھی داخل ہوں گے۔ جیسا کہ اس کی شان کے موافق ہے۔

رجاء حسن ظن اور آداب کے بارے میں ایک اہم تنبیہ

گذشتہ صفحات میں اللہ کریم کی وسعت رحمت پر امید رکھنے کا بیان ہوا جو بیشک حق ہے، مگر یہاں یہ جان لینا ضروری ہے کہ حقیقت اور دھوکہ، سچائی اور جھوٹ ہر معاملہ میں ہوسکتا ہے، حتیٰ کہ کلمہ پڑھنے سے کوئی تو مسلمان ہوجاتا ہے کوئی منافق ہوتا ہے اور کوئی وہی کلمہ پڑھتے ہوئے ضروریاتِ دین کی کسی بات سے انکار کی بناء پر کافر ہوجاتا ہے، جیسے قادیانی وغیرہ۔

ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے خطبہ پڑھا جس میں ارشاد فرمایا کہ جو شخص لاَ اِلٰهَ اِلاَّ اللّٰهُ کو اس طرح کہے کہ خلط ملط نہ ہو تو اس کے لئے جنت واجب ہوجاتی ہے، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ حضور! اس کو واضح فرمادیں کہ خلط ملط کا کیا مطلب ہے، ارشاد فرمایا کہ دنیا کی محبت اور اس کی طلب میں لگ جانا، بہت سے لوگ ایسے ہیں کہ انبیاء کی سی باتیں کرتے ہیں اور متکبر اور جابر لوگوں کے سے عمل کرتے ہیں، اگر کوئی اسی کلمہ کو اس طرح کہے کہ یہ کام نہ کرتا ہو تو جنت اس کے لئے واجب ہے۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ کی رحمت پر بھروسہ اور اللہ تعالیٰ سے نیک امید رکھنا، کبھی سچا ہوتا ہے کبھی جھوٹ ہوتا ہے جس کو محض تمنا کہا جاتا ہے جیسا کہ حدیثِ پاک میں

فرمایا گیا، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ سمجھدار وہ شخص ہے جو اپنے نفس کو (اللہ تعالیٰ کی رضا کے کاموں کا) مطیع بنائے اور مرنے کے بعد کام آنے والے کام کرے۔ اور عاجز اور بیوقوف وہ شخص ہے جو نفس کی خواہشوں کا اتباع کرے اور اللہ تعالیٰ سے امیدیں باندھے۔

فائدہ: یعنی حالت تو یہ ہے کہ نفس کی خواہشات کے مقابلہ میں حرام حلال کی بھی پرواہ نہیں۔ اور اللہ تعالیٰ شانہ سے بڑی بڑی امیدیں لگائے رکھتا ہے کہ وہ رحیم ہے کریم ہے، اور ان امیدوں پر گناہ کی پرواہ نہ کرے۔

حق تعالیٰ شانہ نے اپنے سے امیدیں رکھنے کی خود شرح فرمادی، ارشاد ہے:
﴿إِنَّ الَّذِيْنَ آمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا وَجَاهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ أُولٰئِكَ يَرْجُوْنَ رَحْمَةَ اللّٰهِ﴾ ”حقیقت میں جو لوگ ایمان لائے ہیں اور جن لوگوں نے اللہ کے واسطے اپنا وطن چھوڑا ہے اور جن لوگوں نے اللہ کے راستہ میں جہاد کیا (جس میں دین کے لئے ہر کوشش داخل ہے) یہی لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ شانہ کی رحمت کے امیدوار ہیں۔“

بہرحال سچی امید اور جھوٹی تمنا کی تعریف، اس کی علامات اور نتائج میں بڑا فرق ہے، یہاں مختصر اشارہ کردیا ہے، جس کو اپنی جان کی خاطر تفصیل سے سمجھنا ہو وہ حضرت شیخ رحمہ اللہ کی ”فضائل صدقات“ حصہ دوم کا مطالعہ کرے۔ یا اللہ ہمیں اپنی رحمت پر سچائی والی امید عطا فرما اور ہماری زندگی میں اس کی علامات یعنی امر و نہی پر عمل کا اہتمام دے، اور اس میں ہم کمزوروں سے قصور اور گناہ تو ہوتے ہی ہیں، ان پر توبہ واستغفار بھی نصیب فرما۔ یہ بات ذکر اللہ کی کثرت پر عطاء ہوتی ہے جس سے حقیقی ایمان، حقیقی ہجرت اور اللہ کے راستہ میں مقبول جہاد کرنا نصیب ہوتا ہے، جس کا آیت مذکورہ بالا میں بیان ہوا۔

منزل

جب کہ ہم کو اللہ پر اس کی صفات پر ایمان ہے اور اسی واحد کے قبضہ میں مختصر دنیا کی کامیابی، راحت، عزت اور موت کے یقینی مرحلے کے بعد آخرت کی ہمیشہ کی زندگی، جنت جیسی راحت یا دوزخ جیسی تکلیف پر ایمان ہے جس کی تفصیل ہر مسلمان کے علم میں ہے اس لئے اللہ تعالیٰ کا "اپنا" بنا رہنا چاہئے اور اس سے سچی امید رکھنی چاہئے سچی امید کی تفصیل اور جھوٹی تمنا اور حسن ظن کی تفصیل جمال پنجم میں گذر چکی ہے اپنے فائدے کے لئے ہمیں اس پر غور کرنا چاہئے اور اتنے عظیم الشان معاملہ کی کامیابی کے لئے خود کو تھوڑا سا بدلنا چاہئے جس کے لئے ابتدائی مراحل میں مندرجہ ذیل امور کا اختیار کرنا ضروری ہے۔

حسب مقدور توبہ کرے چاہے حضرت حکیم الامتؒ والے عمل کو جو جمال سوم میں درج ہے معمول بنالے اور اس سے بھی آسان یہ ہے کہ کسی اللہ والے سے تعلق قائم کرکے اس کے ہاتھ پر توبہ کرلے کیونکہ اس کیمیاء صفت عمل کے لئے بھی کچھ ہمت اور شوق کی ضرورت ہے اور یہ چیز بزرگوں کی صحبت سے حاصل ہو جاتی ہے۔

اور جب تک اپنی مناسبت کا شیخ نہ ملے جس کی تربیت میں توبہ یعنی بیعت کے بعد اپنی اصلاح کی فکر میں لگ کر اللہ تعالیٰ کا مخلص اور پیارا بندہ بن جائے اس وقت تک موت کی یاد اور درود شریف کی کثرت میں لگا رہنا بھی انشاء اللہ اس کا بدل ہو جائے گا کہ حدیث پاک میں ان دونوں کی بہت تاکید آئی ہے اور قطب الاقطاب شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب مہاجر مدنی قدس سرہ اپنے متعلقین کو بہت تاکید فرماتے

تھے کہ "دل سے ہمیشہ موت کو یاد رکھو اور زبان سے جتنا ہو سکے درود شریف پڑھتے رہو" مفصل فوائد کے لئے حضرت کا رسالہ "موت کی یاد" اور "فضائل درود شریف" مطالعہ میں رکھے۔

انتباہ

رحمت کی ان ساری امیدوں اور حسن ظن کے لئے گناہوں کا چھوڑنا اور اپنی اصلاح کی الٹی سیدھی کوشش میں لگے رہنا اس لئے ہے کہ اس سے آدمی اللہ تعالیٰ کا بنا رہتا ہے یعنی خاتمہ ایمان پر ہوتا ہے ورنہ بسا اوقات گناہوں کی کثرت اور غفلت کی زندگی "اپنوں" سے نکل جانے یعنی برے خاتمہ کا سبب بن جاتی ہے۔

باقی ہم جو اس تحریر کے مخاطب ہیں ان کو باوجود اپنی خستہ خراب حالت کے اپنے مالک حقیقی کی خوشنودی کے موٹے موٹے کام یعنی فرائض اور ناراضگی کے کام یعنی حرام باتیں اور ہمیشہ کی زندگی جنت و دوزخ کی تفاصیل یہ سب کچھ معلوم ہیں صرف مایوسی اور غلبہ مادیت سوچنے کی مہلت نہیں دیتے ہم اگر ایک دن صرف نصف گھنٹہ اپنے فائدے کی فکر میں صرف کردیں جب کہ ہم اپنے موہوم فائدے کے لئے ہمہ وقت بے وجہ فکر میں غلطاں رہتے ہیں تو انشاء اللہ فلاح دارین حاصل ہو جائے گی اور ہمارے سارے مقاصد پورے ہو جائیں گے۔

اس رسالہ میں ہمیں ایسے "عالی مرتبت متقی حضرات" کا ذکر خیر بھی کرنا تھا جن سے اللہ جل شانہ شدید اظہار ناراضگی اور نفرت فرماتے ہیں اور اس ذیل میں

احادیث اور اولیائے عظام کے بیان فرمودہ عبرت ناک قصے بھی لکھنا تھے مگر دوران تحریر ایک دوست نے لقمہ دیا کہ اس تحریر کو ان کے ذکر سے ملوث ہی نہ کیا جائے ان کی تعریف آپ اپنے رسالے " اُمُّ الاَمْرَاض "، میں کر چکے ہیں اور تصوف کے نصاب کی اہم کتاب "اکمال الشیم" میں بھی یہ بہت تفصیل سے اور پر زور انداز میں موجود ہے۔ یہاں ایک ضروری امر یہ بیان کرنا ہے کہ ان متقی حضرات کا "خبث" چونکہ باطن سے تعلق رکھتا ہے لہٰذا ان کی شرعی وردی کا احترام بھی کرنا چاہئے اور صرف اپنی ہی فکر میں مشغول رہنا چاہئے جس کا ہم سے سوال ہوگا۔ وَمَا تَوْفِیْقِیْ اِلاَّ بِاللّٰہ.

اَللّٰھُمَّ مَغْفِرَتُكَ اَوْسَعُ مِنْ ذُنُوْبِیْ وَرَحْمَتُكَ اَرْجٰی عِنْدِیْ مِنْ عَمَلِیْ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ خَیْرَ عُمْرِیْ آخِرَہٗ وَخَیْرَ عَمَلِیْ خَوَاتِمَہٗ وَخَیْرَ اَیَّامِیْ یَوْمَ اَلْقَاكَ فِیْہِ یَا وَلِیَّ الاِسْلاَمِ وَاَھْلِہٖ ثَبِّتْنِیْ بِہٖ حَتّٰی اَلْقَاكَ. اَللّٰھُمَّ حَبِّبِ الْمَوْتَ اِلَیْنَا وَاِلٰی مَنْ یَّعْلَمُ اَنَّ سَیِّدَنَا مُحَمَّدًا صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ رَسُوْلُكَ. اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ نَبِیَّنَا لَنَا فَرَطًا وَّحَوْضَہٗ لَنَا مَوْرِدًا اَللّٰھُمَّ احْشُرْنَا فِیْ زُمْرَتِہٖ وَاسْتَعْمِلْنَا بِسُنَّتِہٖ وَتَوَفَّنَا عَلٰی مِلَّتِہٖ وَاجْعَلْنَا مِنْ حِزْبِہٖ.

چند اشک آور اور عشق پرور واقعات

حضرت مالک بن دینارؒ اور خوبصورت باندی

حضرت مالک بن دینارؒ نے ایک عاشق مجازی کو عشق حقیقی کی طرف دعوت دی جس کا قصہ اس طرح ہے۔

حضرت مالک بن دینارؒ ایک دفعہ بصرہ کی گلیوں میں جا رہے تھے کہ راستہ میں ایک باندی ایسے جاہ و جلال اور حشم و خدم کے ساتھ جا رہی تھی جیسا کہ بادشاہوں کی باندیاں ہوتی ہیں۔ حضرت نے اس کو دیکھا تو آواز دے کر فرمایا اے باندی! تیرا مالک تجھے فروخت کرنا چاہتا ہے یا نہیں؟ وہ باندی اِس فقرہ کو سن کر حیران رہ گئی۔ کہنے لگی کیا کہا پھر کہو!

انہوں نے پھر ارشاد فرمایا، اس نے ازراہِ تحقیر کہا۔ اگر فروخت بھی کرے تو کیا تجھ جیسا فقیر خرید کر سکتا ہے؟ فرمایا ہاں اور تجھ سے بہتر کو بھی خرید سکتا ہے۔ وہ باندی یہ سن کر ہنس پڑی اور اپنے خدام کو حکم دیا کہ اس فقیر کو پکڑ کر ہمارے ساتھ ہی لے چلو (ذرا مذاق ہی رہے گا) خدام نے حضرت کو پکڑ کر ساتھ لے لیا، جب گھر پہنچے تو اس نے اپنے آقا کو یہ سب قصہ سنایا وہ بھی سن کر بہت ہنسا، جب حضرت کو آقا کے سامنے پیش کیا گیا۔ تو اس کے دل میں خود بخود حضرت کی ایک ہیبت سی چھا گئی اور پوچھا کہ آپ کیا چاہتے ہیں؟

انہوں نے فرمایا کہ اپنی باندی میرے ہاتھ فروخت کر دو۔

اس نے پوچھا کہ آپ اس کی قیمت دے سکتے ہیں؟

حضرت مالکؒ نے فرمایا۔ میرے نزدیک اس کی قیمت دو بجھی ہوئی گٹھلیاں ہیں۔ یہ سنکر سب ہنسنے لگے۔ اس نے پوچھا کہ تم نے یہ قیمت کس مناسبت سے تجویز کی ؟ انہوں نے فرمایا کہ اس میں بہت سارے عیب ہیں۔ اگر یہ عطر نہ لگائے تو بدن سے بو آنے لگے اگر بالوں میں تیل نہ لگائے کنگھی نہ کرے تو بال پراگندہ بدنما ہو جائیں جوئیں ان میں پڑ جائیں۔ اور سر میں سے بو آنے لگے۔ اگر دانت صاف نہ کرے تو منہ میں سے سرانڈ آنے لگے۔ ذرا عمر زیادہ ہو جائے تو بوڑھی ہو جائے گی۔ منہ لگانے کی قابل بھی نہ رہے گی۔ حیض اس کو آتا ہی ہے۔ پیشاب پاخانہ بھی کرتی ہے۔ ہر قسم کی گندگیاں تھوک، سنک، رال وغیرہ اس کے بدن سے نکلتے رہتے ہیں۔ رنج وغم کی پریشانیاں اس کو پیش آتی رہتی ہیں خود غرض اتنی ہے۔ کہ یہ محض اپنی غرض کے لئے تجھ سے محبت کرتی ہے۔ محض اپنی راحت و آرام کی خاطر تجھ سے الفت جتاتی ہے۔ آج اسے کوئی تکلیف تجھ سے پہنچ جائے ساری محبت ختم ہو جائے، انتہائی بے وفا کوئی قول اقرار پورا نہ کرے اس کی ساری محبت جھوٹی ہے۔ کل کو تیرے بعد کسی دوسرے کے پہلو میں بیٹھے گی اور اس سے بھی ایسی الفت و محبت کا دعویٰ کرے گی۔

میرے پاس اس سے ہزار درجہ بہتر باندی ہے جو اس سے نہایت کم قیمت ہے وہ کافور کے جوہر سے بنی ہوئی ہے۔ اور مشک وزعفران کی ملاوٹ سے اس کا خمیر بنا۔ اس پر مشک اور کافور لپیٹا گیا ہے۔ اگر کھارے پانی میں اسکا لعابِ دہن ڈالدیا جائے تو وہ میٹھا ہو جائے اور مردہ سے اگر وہ بات کرے تو زندہ ہو جائے۔ اگر آفتاب کے سامنے اس کی کلائی کردی جائے۔ تو آفتاب بے نور ہو جائے اسے گہن لگ جائے۔ اگر وہ اندھیرے میں آجائے تو سارا گھر روشن ہو جائے اور چمک اٹھے۔ اگر وہ دنیا میں اپنی زیب زینت کے ساتھ آجائے تو سارا جہان معطر ہو جائے۔ اس باندی نے مشک اور

زعفران کے باغوں میں پرورش پائی ہے۔ یاقوت اور مرجان کی ٹہنیوں میں کھیلی ہے۔ ہر طرح کی نعمتوں کے خیموں میں اس کا محل سرائے ہے۔ تسنیم (جو جنت کی نہروں میں سے ایک نہر ہے) کا پانی پیتی ہے۔ کبھی وعدہ خلافی نہیں کرتی۔ کبھی اپنی محبت نہیں بدلتی۔ اب تم ہی بتاؤ کہ قیمت خرچ کرنے کے اعتبار سے کونسی باندی زیادہ موزوں ہے؟ سب نے کہا وہ باندی جس کی آپ نے خبر دی۔ آپ نے فرمایا۔ اس باندی کی قیمت ہر وقت ہر زمانہ میں ہر شخص کے پاس موجود ہے۔ اس کے بعد شیخ نے اس کو حاصل کرنے کے طریقے بتائے اور حاصل کرنے والے شخص کا دنیا و آخرت میں جو اعزاز ہوتا ہے۔ وہ بتلایا اس کے ساتھ جو دوسری نعمتیں ملتی ہیں وہ بتلائیں یہ سنکر آقا نے اس باندی کو آزاد کردیا۔ اور باندی و آقا دونوں نے اس فانی عیش و عشرت کو چھوڑ کر عشق حقیقی کو اختیار کرلیا۔

جو آقا کی مرضی وہی غلام کی خواہش

ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک غلام خریدا جب میں اسکو لایا تو میں نے اس سے پوچھا کہ تمہارا کیا نام ہے کہنے لگا کہ جو نام آقا رکھیں۔ میں نے پوچھا کہ تم کیا کام کروگے؟ کہنے لگا میرے آقا جو آپ حکم دیں گے۔ میں نے پوچھا کہ تم کیا کھانا چاہتے ہو (تاکہ میں تمہاری خاطر میں اس کا فکر کروں) کہنے لگا میرے آقا جو آپ کھلائیں گے میں نے پوچھا کہ تمہارا ابھی کسی چیز کے کھانے کو دل چاہتا ہے؟ کہنے لگا آقا کے سامنے غلام کی خواہش کیا چیز ہے جو آقا کی مرضی ہے وہی غلام کی خواہش ہے یہ جواب سنکر مجھے رونا آگیا اور مجھے یہ خیال آیا کہ میرا بھی تو میرے مولیٰ (جل جلالہ،)

کے ساتھ یہی معاملہ ہونا چاہئے میں نے اس سے کہا کہ تم نے تو مجھے اپنے آقا (تعالیٰ ذکرہٗ) کے ساتھ ادب کرنا سکھا دیا اس نے اس پر دو شعر پڑھے جن کا ترجمہ یہ ہے کہ اگر تیرے کسی بندے کی خدمت مجھ سے پوری پوری ادا ہو جائے تو اس سے بڑھ کر میرے لئے اور کیا نعمت ہو سکتی ہے پس تو محض اپنے فضل سے میری کوتاہی اور غفلت کو معاف کر اس لئے کہ میں تجھے بڑا محسن اور بڑا رحیم سمجھتا ہوں۔

حضرت مالک بن دینارؒ کی توبہ کا قصہ

حضرت مالک بن دینارؒ مشہور بزرگوں میں ہیں اس رسالہ میں بھی ان کے کئی قصے ذکر ہو چکے ہیں وہ ابتداء میں کچھ اچھے حال میں نہ تھے۔ ایک شخص نے ان سے ان کی توبہ کا قصہ پوچھا کہ کیا بات پیش آئی جس پر آپ نے اپنی سابقہ زندگی سے توبہ کی؟ وہ کہنے لگے کہ میں ایک سپاہی تھا اور شراب کا بہت شوقین اور بہت عادی۔ ہر وقت شراب ہی میں منہمک رہتا تھا۔ میں نے ایک باندی خریدی جو بہت خوبصورت تھی اور مجھے اس سے بہت تعلق تھا۔ اس سے میرے ایک لڑکی پیدا ہوئی مجھے اس لڑکی سے بھی محبت تھی اور وہ لڑکی بھی مجھ سے بہت مانوس تھی۔ یہانتک کہ وہ پاؤں چلنے لگی تو اس وقت مجھے اس سے اور بھی زیادہ محبت ہو گئی کہ ہر وقت وہ میرے پاس ہی رہتی۔ لیکن اس کی عادت یہ تھی کہ جب میں شراب کا گلاس پینے کے لئے لیتا وہ میرے ہاتھ میں سے چھین کر میرے کپڑوں پر پھینک دیتی (محبت کی زیادتی کی وجہ سے اسکو ڈانٹنے کو دل نہ مانتا) جب وہ دو برس کی ہو گئی تو اس کا انتقال ہو گیا اس صدمہ نے میرے دل میں زخم کر دیا۔ ایک دن ۱۵ شعبان کی رات تھی میں شراب میں مست تھا عشاء کی نماز بھی نہ

پڑھی اسی حال میں سو گیا۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ حشر قائم ہو گیا لوگ قبروں سے نکل رہے ہیں میں بھی ان لوگوں میں ہوں جو میدان حشر کی طرف جارہے ہیں میں نے اپنے پیچھے کچھ آہٹ سی سنی میں نے جو مڑ کر دیکھا تو ایک بہت بڑا کالا اژدہا میرے پیچھے دوڑا ہوا آرہا ہے اس کی کیری آنکھیں ہیں منہ کھلا ہوا ہے اور بے تحاشہ میری طرف کو دوڑا ہوا آرہا ہے۔ میں اس کے ڈر سے گھبرا کر خوف زدہ زور سے بھاگ رہا ہوں اور وہ میرے پیچھے بھاگا چلا آرہا ہے سامنے مجھے ایک بوڑھے میاں نہایت نفیس لباس نہایت مہکتی ہوئی خوشبوان میں سے آرہی ہے ملے۔ میں نے ان کو سلام کیا انہوں نے جواب دیا۔ میں نے ان سے کہا خدا کے واسطے میری مدد کیجئے وہ کہنے لگے کہ میں ضعیف آدمی ہوں یہ بہت قوی ہے یہ میرے قابو کا نہیں ہے لیکن تو بھاگا چلا جا شاید آگے کوئی چیز ایسی مل جائے جو اس سے نجات کا سبب بن جائے میں بے تحاشہ بھاگا جا رہا تھا مجھے ایک ٹیلہ نظر پڑا میں اس پر چڑھ گیا مگر وہاں چڑھتے ہی مجھے جہنم کی دہکتی ہوئی آگ اس ٹیلے کے پرے نظر پڑی اس کی دہشت ناک صورت اور اس کے منظر نظر آئے ان سب حالات کے دیکھنے کے باوجود اس سانپ کی اتنی دہشت مجھ پر سوار تھی اور ایسی طرح بھاگا جا رہا تھا کہ میں قریب ہی تھا کہ جہنم کے گڑھے میں جا پڑوں اتنے میں ایک زور کی آواز مجھے سنائی دی کوئی کہہ رہا ہے پیچھے ہٹ تو ان (جہنمی) لوگوں میں سے نہیں ہے میں وہاں سے پھر پیچھے کو دوڑا وہ سانپ بھی میرے پیچھے کو لوٹ آیا مجھے پھر وہ بڑے میاں سفید لباس نظر پڑے میں نے ان سے پھر کہا کہ میں نے پہلے بھی درخواست کی تھی کہ اس اژدھے سے کسی طرح بچائیں آپ نے قبول نہ کیا، وہ بڑے میاں رونے لگے اور کہنے لگے میں بہت ضعیف ہوں یہ بہت قوی ہے میں اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا البتہ سامنے یہ ایک دوسری پہاڑی ہے اس پر چڑھ جا۔ اس میں مسلمانوں کی کچھ امانتیں

رکھی ہیں ممکن ہے تیری بھی کوئی ایسی چیز امانت رکھی ہو جس کی مدد سے اس اژدھے سے بچ سکے میں بھاگا ہوا اس پر گیا اور وہ اژدھا میرے پیچھے پیچھے چلا آرہا ہے۔ وہاں میں نے دیکھا ایک گول پہاڑ ہے۔ اس میں بہت سے طاق (کھڑکیاں) کھلے ہوئے ہیں ان پر پردے پڑے ہوئے ہیں۔ ہر کھڑکی کے دو کواڑ ہیں سونے کے جن پر یاقوت جڑے ہوئے ہیں اور موتیوں سے لدرہے ہیں اور ہر کواڑ پر ایک ریشمی پردہ پڑا ہوا ہے۔ میں جب اس پر چڑھنے لگا تو فرشتوں نے آواز دی کہ کواڑ کھول دو اور پردے اٹھادو اور باہر نکل آؤ شاید اس پریشان حال کی کوئی امانت تم میں ایسی ہو جو اس وقت اس کو اس مصیبت سے نجات دے اس کی آواز کے ساتھ ہی ایک دم کواڑ کھل گئے اور پردے اٹھ گئے اور اس میں سے چاند جیسی صورت کے بہت سے بچے نکلے مگر میں انتہائی پریشان تھا کہ وہ سانپ میرے بالکل ہی پاس آگیا تھا اتنے میں وہ بچے چلانے لگے ارے تم سب جلدی نکل آؤ وہ سانپ تو اس کے پاس ہی آگیا اس پر فوجیں کی فوجیں بچوں کی نکل آئیں ان میں دفعۃً میری نگاہ اپنی اس دو سالہ بچی پر پڑی جو مر گئی تھی وہ مجھے دیکھتے ہی رونے لگی اور کہنے لگی خدا کی قسم یہ تو میرے ابا ہیں اور یہ کہتے ہی تیر کی طرح کود کر ایک نور کے پکڑے پر چڑھ گئی اور اپنے بائیں ہاتھ کو میرے داہنے ہاتھ کی طرف بڑھایا میں جلدی سے اس سے لپٹ گیا اور اس نے اپنے داہنے ہاتھ کو اس سانپ کی طرف بڑھایا وہ فوراً پیچھے کو بھاگنے لگا پھر اس نے مجھے بٹھایا اور خود وہ میری گود میں بیٹھ گئی اور اپنے داہنے ہاتھ کو میری داڑھی پر پھیرنے لگی اور کہنے لگی میرے ابا جان اَلَمْ یَأنِ لِلَّذِیْنَ آمَنُوْا۔ الآیۃ (سورہ حدید۔ ع ۲) کیا ایمان والوں میں سے جو لوگ گناہوں میں مبتلا رہتے ہیں ان کے لئے اس بات کا وقت ابھی تک نہیں آیا کہ ان کے دل اللہ کے ذکر کے واسطے اور اس حق بات کے واسطے جو ان پر نازل ہوئی ہے جھک جائیں۔

اس کی یہ بات سن کر میں رونے لگا اور میں نے پوچھا کیا بیٹی تم سب قرآن شریف کو جانتی ہو؟ وہ کہنے لگی کہ ہم سب قرآن شریف کو تم سب سے زیادہ جانتے ہیں میں نے پوچھا بیٹی یہ سانپ کیا بلا تھی جو میرے پیچھے لگ گئی تھی۔ اس نے کہا یہ آپ کے برے اعمال تھے آپ نے اس کو اپنے گناہوں سے اتنا قوی کر دیا کہ وہ آپ کو اب جہنم میں کھینچ کر ڈالنے کی فکر میں تھا۔ میں نے پوچھا وہ سفید پوش ضعیف بزرگ کون تھے کہنے لگی وہ آپ کے نیک عمل تھے جن کو آپ نے اتنا ضعیف کر دیا کہ وہ اس سانپ کو آپ سے دفع نہ کر سکے (البتہ اتنی مدد بھی کر دی کہ بچنے کا راستہ بتا دیا) میں نے پوچھا کہ بیٹی تم اس پہاڑ میں کیا کرتی ہو؟ کہنے لگی کہ ہم سب مسلمانوں کے بچے ہیں قیامت تک ہم یہاں رہیں گے آپ کے آنے کے منتظر ہیں جب آپ سب آئیں گے تو ہم سفارش کریں گے۔ اس کے بعد میری آنکھ کھل گئی تو اس سانپ کی دہشت مجھ پر سوار تھی میں نے اٹھتے ہی اللہ جل شانہ کے سامنے توبہ کی اور اپنے برے افعال کو چھوڑ دیا۔

ایک ناز پروردہ اور عیاش کی توبہ کا قصہ

محمد بن سماکؒ فرماتے ہیں کہ بنو امیہ کے لوگوں میں موسیٰ بن محمد بن سلیمان الہاشمی بہت ہی ناز پروردہ رئیس تھا دل کی خواہشات پوری کرنے میں ہر وقت منہمک رہتا۔ کھانے میں، پینے میں، لباس میں، لہو ولعب میں، خواہشات اور لذات کی ہر نوع میں اعلیٰ درجہ پر تھا، لڑکے لڑکیوں میں ہر وقت منہمک رہتا، نہ اس کو کوئی غم تھا نہ فکر، خود بھی نہایت ہی حسین چاند کے ٹکڑے کی طرح سے تھا، اللہ تعالیٰ شانہ کی ہر نوع کی دنیوی نعمت اس پر پوری تھی۔ اس کی آمدنی تین لاکھ تین ہزار دینار (اشرفیاں) سالانہ

تھی جو ساری کی ساری اسی لہو و لعب میں خرچ ہوتی تھی۔ ایک اونچا بالاخانہ تھا جس میں کئی کھڑکیاں تو شارعِ عام کی طرف کھلی ہوئی تھیں جن پر بیٹھ کر وہ راستہ چلنے والوں کے نظارے کرتا اور کئی کھڑکیاں دوسری جانب باغ کی طرف کھلی ہوئی تھیں جن میں بیٹھ کر وہ باغ کی ہوائیں کھاتا، خوشبوئیں سونگھتا، اس بالاخانہ میں ایک ہاتھی دانت کا قبّہ تھا، جو چاندی کی میخوں سے جڑا ہوا تھا اور سونے کا اس پر جھول تھا، اس کے اندر ایک تخت تھا جس پر موتیوں کی چادر تھی اور اس ہاشمی کے سر پر موتیوں کا جڑاؤ عمامہ تھا، اُس قبہ میں اُس کے یار، احباب جمع رہتے خدام ادب سے پیچھے کھڑے رہتے، سامنے ناچنے گانے والیاں قُبّہ سے باہر مجتمع رہتیں، جب گانا سننے کو دل چاہتا وہ ستار کی طرف ایک نظر اٹھاتا اور سب حاضر ہو جاتیں اور جب بند کرنا چاہتا ہاتھ سے ستار کی طرف اشارہ کر دیتا گانا بند ہو جاتا، رات کو ہمیشہ جب تک نیند نہ آتی یہی شغل رہتا اور جب (شراب کے نشہ سے) اس کی عقل جاتی رہتی یارانِ مجلس اٹھ کر چلے جاتے وہ جونسی لڑکی کو چاہتا پکڑ لیتا اور رات بھر اسکے ساتھ خلوت کرتا، صبح کو وہ شطرنج چوسر وغیرہ میں مشغول ہو جاتا، اس کے سامنے کوئی رنج و غم کی بات کسی کی موت کسی کی بیماری کا تذکرہ بالکل نہ آتا، اس کی مجلس میں ہر وقت ہنسی اور خوشی کی باتیں ہنسانے والے قصے اور اسی قسم کے تذکرے رہتے۔ ہر دن نئی نئی خوشبوئیں جو اس زمانہ میں کہیں ملتیں وہ روزانہ اس کی مجلس میں آتیں، عمدہ عمدہ خوشبوؤں کے گلدستے وغیرہ حاضر کئے جاتے۔ اسی حالت میں اس کے ستائیس برس گذرے۔ ایک رات کو وہ حسب معمول اپنے قُبّہ میں تھا دفعۃً اس کے کان میں ایک ایسی سریلی آواز پڑی جو اس کے گانے والوں کی آواز سے بالکل جدا تھی لیکن بڑی دلکش تھی اس کی آواز نے کان میں پڑتے ہی اسکو بے چین سا کر دیا۔ اپنے گانے والوں کو بند کر دیا اور قُبّہ کی کھڑکی سے باہر سر نکال کر اس آواز کو سننے لگا وہ

آواز کبھی کان میں پڑ جاتی کبھی بند ہو جاتی اس نے اپنے خدّام کو حکم دیا کہ یہ آواز جس شخص کی آ رہی ہے اسکو پکڑ کے لاؤ۔ شراب کا دور چل رہا تھا، خدّام جلدی سے اُس آواز کی طرف دوڑے اور اس آواز کو تلاش کرتے کرتے ایک مسجد میں پہنچے جہاں ایک جوان نہایت ضعیف بدن، زرد رنگ، گردن سوکھی ہوئی، ہونٹوں پر خشکی آئی ہوئی، بال پراگندہ، پیٹ کمر سے لگا ہوا، دو ایسی چھوٹی چھوٹی لنگیاں اس کے بدن پر کہ ان سے کم میں بدن نہ ڈھک سکے مسجد میں کھڑا ہوا اپنے رب کے ساتھ مشغول تلاوت کر رہا ہے۔ یہ لوگ اس کو پکڑ کر لے گئے نہ اُس سے کچھ کہا نہ بتایا۔ ایک دم اس کو مسجد سے نکال کر وہاں بالا خانہ پر لے جا کر اس کے سامنے پیش کر دیا کہ حضور یہ حاضر ہے، وہ شراب کے نشہ میں کہنے لگا یہ کون شخص ہے۔ انہوں نے عرض کیا کہ حضور یہ وہی شخص ہے جس کی آواز آپ نے سنی تھی اس نے پوچھا کہ تم اس کو کہاں سے لائے ہو، وہ کہنے لگے حضور مسجد میں تھا کھڑا ہوا قرآن شریف پڑھ رہا تھا۔ اس رئیس نے اس فقیر سے پوچھا کہ تم کیا پڑھ رہے تھے اس نے اعوذ باللہ پڑھ کر یہ آیتیں بتائیں:

اِنَّ الاَبْرَارَ لَفِیْ نَعِیْمٍ ○ عَلَی الاَرَآئِكِ یَنْظُرُوْنَ ○ تَعْرِفُ فِیْ وُجُوْهِهِمْ نَضْرَةَ النَّعِیْمِ ○ یُسْقَوْنَ مِنْ رَّحِیْقٍ مَّخْتُوْمٍ ○ خِتٰمُهٗ مِسْكٌ وَفِیْ ذٰلِكَ فَلْیَتَنَا فَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَ ○ وَمِزَاجُهٗ مِنْ تَسْنِیْمٍ ○ عَیْنًا یَّشْرَبُ بِهَا الْمُقَرَّبُوْنَ ○ (سورۂ تطفیف)

جن کا ترجمہ یہ ہے: بیشک نیک لوگ (جنت کی) بڑی نعمتوں میں ہوں گے مسہریوں پر بیٹھے ہوئے (جنت کے عجائب) دیکھتے ہوں گے۔ اے مخاطب تو ان کے چہروں پر نعمتوں کی شادابی، سرسبزی محسوس کرے گا اور ان کے پینے کیلئے خالص

شراب سر بمہر جس پر مشک کی مہر ہو گی ملے گی (ایک دوسرے پر) حرص کرنیوالوں کو ایسی ہی چیزوں میں حرص کرنا چاہئے (کہ یہ نعمتیں کس کو زیادہ ملتی ہیں اور ان کا ملنا اعمال کی وجہ سے ہوتا ہے اس لئے ان اعمال میں حرص کرنا چاہئے جن سے یہ نعمتیں حاصل ہوں) اور اس شراب کی آمیزش تسنیم کے پانی سے ہو گی (شراب میں کوئی چیز ملائی جاتی ہے تو اس سے اس کا جوش زیادہ ہو جاتا ہے اور وہ تسنیم جنت کا) ایک ایسا چشمہ ہے جس سے مقرب لوگ پانی پیتے ہیں (یعنی اس چشمہ کا پانی مقرب لوگوں کو تو خالص ملیگا اور نیک لوگوں کی شراب میں اس میں سے تھوڑا سا ملا دیا جائیگا)۔ اس کے بعد اُس فقیر نے کہا ارے دھوکے میں پڑے ہوئے تیرے اس محل کو تیرے اس بالاخانے کو تیرے ان فرشوں کو ان سے کیا مناسبت!! وہ بڑی اونچی مسہریاں ہیں جن پر فرش بچھے ہوئے ہیں ایسے فرش جو بہت بلند ہیں (الواقعہ۔ع۱) ان کے استر دبیز ریشم کے ہونگے (الرحمٰن۔ع ۳) وہ لوگ سبز مشجّر اور عجیب وغریب خوبصورت کپڑوں پر تکیہ لگائے ہوئے ہیں (الرحمٰن۔ ع ۳) اللہ کا ولی ان مسہریوں پر سے ایسے دو چشموں کو دیکھے گا جو دو باغوں میں جاری ہوں گے۔ (الرحمٰن۔ع ۳) ان دونوں باغوں میں ہر قسم کے میوے کی دو دو قسمیں ہو نگی (کہ ایک ہی قسم کے میوے کے دو مزے ہو نگے) (الرحمٰن۔ع ۳) وہ میوے نہ تو ختم ہوں گے نہ ان کی کچھ روک ٹوک ہو گی (جیسا دنیا میں باغ والے توڑنے سے روکتے ہیں) (الواقعہ۔ ع۱) وہ لوگ پسندیدہ زندگی میں بہت بلند مقام پر جنت میں ہوں گے۔ (الحاقہ۔ع۱) ایسی عالی مقام جنت میں ہوں گے جہاں کوئی لغو بات نہ سنیں گے اس میں بہتے ہوئے چشمے ہو نگے اور اس میں اونچے اونچے تخت بچھے ہوئے ہو نگے اور آبخورے رکھے ہوئے ہو نگے اور برابر گدے لگے ہوئے ہو نگے اور سب طرف قالین ہی قالین پھیلے ہوئے پڑے ہوں گے (کہ جہاں چاہیں بیٹھیں ساری ہی جگہ صدر نشین ہے) (غاشیہ) وہ لوگ

سایوں اور چشموں میں رہتے ہونگے (والمرسلات۔ ع۲) اُس جنت کے پھل ہمیشہ رہنے والے ہونگے (کبھی ختم نہ ہونگے) اُس کا سایہ ہمیشہ رہنے والا ہوگا۔ یہ توانجام ہے متقی لوگوں کا اور کافروں کا انجام دوزخ ہے (رعد۔ ع۵) وہ کیسی سخت آگ ہوگی (اللہ تعالیٰ ہی محفوظ رکھے) بے شک مجرم لوگ جہنم کے عذاب میں ہمیشہ رہیں گے وہ عذاب کسی وقت بھی ان سے ہلکانہ کیا جائیگا اور وہ لوگ اسمیں مایوس پڑے رہیں گے (زخرف۔ ع۶) بیشک مجرم لوگ بڑی گمراہی اور (حماقت کے) جنون میں پڑے ہوئے ہیں (انکو اپنی حماقت اس دن معلوم ہوگی) جس دن منہ کے بل گھسیٹ کر جہنم میں پھینک دیئے جائینگے (اور ان سے کہا جائیگا کہ، دوزخ کی آگ لگنے کا (اسمیں جلنے کا) مزہ چکھو (قمر۔ ع۳) وہ لوگ آگ میں اور کھولتے ہوئے پانی میں اور کالے دھوئیں کے سائے میں ہوں گے (واقعہ۔ ع۱) مجرم آدمی اس بات کی تمنا کرے گا کہ اُس دن کے عذاب سے چھوٹنے کیلئے اپنے بیٹوں کو، بیوی کو، بھائی کو اور سارے کنبہ کو جن میں وہ رہتا تھا اور تمام روئے زمین کے آدمیوں کو اپنے فدیہ میں دیدے پر کسی طرح عذاب سے بچ جائے۔ لیکن یہ ہرگز ہرگز نہ ہوگا۔ وہ آگ ایسی شعلہ والی ہے کہ بدن کی کھال تک اُتار دیگی اور وہ آگ ایسے شخص کو خود بلاوے گی جس نے (دنیامیں حق سے) پیٹھ پھیری ہوگی اور (اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے) بے رخی کی ہوگی اور (ناحق) مال جمع کیا ہوگا اور اس کو اٹھا کر حفاظت سے رکھا ہوگا (معارج۔ ع۱) یہ شخص نہایت سخت مشقت میں ہوگا اور نہایت سخت عذاب میں اور اللہ تعالیٰ شانہ کے غصہ میں ہوگا اور یہ لوگ اس عذاب سے کبھی نکلنے والے نہیں ہونگے (اس کلام میں اس فقیر نے جنت اور دوزخ کی بہت سی آیات کی طرف اشارہ کر دیا جن کی سورت اور رکوع کا حوالہ لکھ دیا گیا پوری آیات مترجم قرآن شریف سے دیکھی جاسکتی ہیں)

وہ ہاشمی رئیس فقیر کا کلام سن کر اپنی جگہ سے اٹھا اور فقیر سے معانقہ کیا اور خوب چلا کر رویا اور اپنے سب اہل مجلس کو کہہ دیا کہ تم سب چلے جاؤ اور فقیر کو ساتھ لیکر صحن میں گیا اور ایک بوریئے پر بیٹھ گیا اور اپنی جوانی پر نوحہ کرتا رہا اپنی حالت پر روتا رہا اور فقیر اس کو نصیحت کرتا رہا یہانتک کہ صبح ہو گئی۔ اس نے اپنے سب گناہوں سے اول فقیر کے سامنے توبہ کی اور اللہ تعالیٰ شانہ سے اس کا عہد کیا کہ آئندہ کبھی کوئی گناہ نہ کریگا پھر دوبارہ دن میں سارے مجمع کے سامنے توبہ کی اور مسجد کا کونہ سنبھال کر اللہ تعالیٰ شانہ کی عبادت میں مشغول ہو گیا اور اپنا وہ سارا ساز و سامان مال و متاع سب فروخت کر کے صدقہ کر دیا اور تمام نوکروں کو موقوف کر دیا اور جتنی چیزیں ظلم و ستم سے لی تھیں سب اہلِ حقوق کو واپس کیں۔ غلام اور باندیوں میں سے بہت سے آزاد کئے اور بہت سے فروخت کر کے ان کی قیمت صدقہ کر دی اور موٹا لباس اور جو کی روٹی اختیار کی، تمام رات نماز پڑھتا دن کو روزہ رکھتا حتیٰ کہ بزرگ اور نیک لوگ اس کے پاس اس کی زیارت کو آنے لگے اور اتنا مجاہدہ اُس نے شروع کر دیا کہ لوگ اس کو اپنے حال پر رحم کھانے کی اور مشقت میں کمی کرنے کی فرمائش کرتے اور اس کو سمجھاتے کہ حق تعالیٰ شانہ نہایت کریم ہیں، وہ تھوڑی محنت پر بہت زیادہ اَجر فرماتے ہیں۔ مگر وہ کہتا کہ دوستو میرا حال مجھی کو معلوم ہے۔ میں نے اپنے مولیٰ کی رات دن نافرمانیاں کی ہیں، بڑے سخت سخت گناہ کئے ہیں۔ یہ کہہ کر وہ رونے لگتا اور خوب روتا۔ اِسی حالت میں ننگے پاؤں پیدل حج کو گیا۔ ایک موٹا کپڑا بدن پر تھا۔ ایک پیالہ اور ایک تھیلا صرف ساتھ تھا۔ اسی حالت میں مکہ مکرمہ پہنچا اور حج کے بعد وہاں قیام کر لیا وہیں انتقال ہوا۔ رحمہ اللہ رحمۃً واسعۃً۔ مکہ کے قیام میں رات کو حطیم میں جا کر خوب روتا اور گڑگڑاتا اور کہتا کہ میرے مولیٰ میری کتنی خلوتیں ایسی گذر گئیں جن میں میں نے تیرا خیال بھی نہ

کیا۔ میں نے کتنے بڑے بڑے گناہوں سے تیرا مقابلہ کیا۔ میرے مولیٰ میری نیکیاں ساری جاتی رہیں۔ (کہ کچھ بھی نہ کمایا) اور میرے گناہ میرے ساتھ رہ گئے۔ ہلاکت ہے میرے لئے اس دن جس دن تجھ سے ملاقات ہو گی (یعنی مرنے کے بعد) میرے لئے ہلاکت پر ہلاکت ہے یعنی بہت زیادہ ہلاکت ہے اس دن جس دن میرے اعمال نامے کھولے جائینگے آہ وہ میری رسوائیوں سے بھرے ہوئے ہونگے، وہ میرے گناہوں سے پر ہونگے بلکہ تیری ناراضی سے مجھ پر ہلاکت اُتر چکی ہے اور تیرا عتاب مجھ پر ہلاکت ہے جو تیرے ان احسانوں پر ہوگا جو ہمیشہ تو نے مجھ پر کئے اور تیری ان نعمتوں پر ہوگا جن کا ہمیشہ میں نے گناہوں سے مقابلہ کیا اور تو میری ساری حرکتوں کو دیکھ رہا تھا۔ میرے آقا تیرے سوا میرا کونسا ٹھکانہ ہے جہاں بھاگ کر چلا جاؤں تیرے سوا کون ایسا ہے جس سے التجا کروں۔ تیرے سوا کون ہے جس پر کسی قسم کا بھروسہ کروں۔ میرے آقا میں اس قابل ہر گز نہیں ہوں کہ تجھ سے جنت کا سوال کروں۔ البتہ محض تیرے کرم سے تیری عطا سے تیرے فضل سے اس کی تمنا کرتا ہوں کہ تو مجھ پر رحم فرمادے اور میرے گناہ معاف کردے۔ فَاِنَّکَ اَھْلُ التَّقْوٰی وَاَھْلُ الْمَغْفِرَۃَ۔

ڈاکوؤں کے سردار......اولیاء کے سرتاج
خواجہ فضیل بن عیاض بن مسعود بن بشر التمیمی رحمہما اللہ

ابو علی اور ابوالفضل آپ کی کنیت ہے۔ بعض نے ابوالفیض بھی لکھی ہے اصل وطن آپ کا کوفہ تھا۔ سمرقند یا بخارا میں آپ کی پیدائش ہوئی۔ آپ کو خلافت خواجہ عبدالواحدؒ کے علاوہ ابو عیاض بن منصور بن معمر سلمی عن محمد بن مسلم عن محمد بن حبیب عن ابی بکر الصدیقؓ سے بھی حاصل ہے اور اس طرح سے یہ سلسلہ حضرت صدیق اکبرؓ کے واسطہ سے حضور ﷺ تک پہنچتا ہے۔ خواجہ فضیل بھی صائم الدہر تھے پانچ پانچ دن کے مسلسل روزہ رکھتے تھے اور پانسو رکعت نوافل روزانہ ادا کرتے تھے۔ صاحب انوار العارفین نے لکھا ہے کہ ایک مرتبہ وضو میں سہو سے کسی عضو کو بجائے تین بار کے دو بار دھو لیا تھا۔ شب کو حضور اقدس ﷺ کی زیارت ہوئی کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ فضیل تم سے سے بعید ہے کہ وضوء میں میری سنت چھوڑ دو۔ خواجہ اس کی ہیبت سے بیدار ہوگئے اور اپنے اوپر پانسو نوافل روزانہ کا ایک سال کے لئے کفارہ مقرر فرمایا۔

ابتدائی زندگی:

آپ اول ڈاکوؤں کے سردار تھے۔ سب ڈاکو آپ ہی کے پاس جمع رہتے تھے۔ لیکن جماعت کی نماز روزہ اور نوافل کا اہتمام رکھتے تھے۔ ایک مرتبہ لُوٹ کے ارادہ سے جارہے تھے کہ یہ آیت کان میں پڑی۔ ﴿اَلَمْ یَأْنِ لِلَّذِیْنَ آمَنُوا اَنْ تَخْشَعَ

قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ﴾ اس آیت کا کان میں پڑنا تھا کہ نہ معلوم کیا اثر کر گئی کہ زار زار رونے لگے۔ وآن وحان واناب کہنے لگے۔ حق تعالیٰ جل شانہ کو جب کوئی کام مقصود ہوتا ہے اس کے مناسب اسباب مہیا فرمادیتے ہیں۔ آپکی عادت اول ہی سے یہ تھی کہ جب کسی سے مال چھینتے تو اسکی مقدار کیفیت وغیرہ لکھ لیا کرتے تھے جب آپ نے توبہ کی تو اپنی لکھی ہوئی رقمیں واپس کیں۔ ایک یہودی شخص نے قبول کرنے سے انکار کردیا اور یہ کہا کہ میری تھیلی میں سونا بھرا ہوا تھا۔ اُنہوں نے ہر چند قسمیں کھائیں۔ عاجزی کی مگر اُس نے ایک نہیں مانی۔ بالآخر اس نے خود ہی یہ فیصلہ کیا کہ میں قسم کھا چکا ہوں کہ بدون سونے کی تھیلی کے تیرا قصور معاف نہیں کروں گا۔ اس لئے اندر وہ کیسہ جو رکھا ہے وہ لاکر مجھے دیدے تاکہ میں تیرا قصور معاف کروں۔ اُنہوں نے وہ کیسہ لا کر دیدیا یہودی نے اس کو کھولا تو وہ سونا تھا۔ دیکھ کر اس نے کہا کہ مجھے یقین کامل ہو گیا کہ تو نے سچی توبہ کرلی ہے اس لئے کہ یہ تھیلی ریت کی تھی اور میں نے "توریت" میں دیکھا ہے کہ جس کی توبہ سچی ہوتی ہے اس کے ہاتھ میں اگر ریت بھی ہو تو سونا ہو جاتا ہے اس کے بعد وہ بھی مسلمان ہو گیا۔

ایک مرتبہ آپ چلے جارہے تھے کہ ایک قافلہ پر گذر ہوا۔ وہ قافلہ والے آپس میں ذکر کررہے تھے کہ ان اطراف میں فضیل نام کا ایک رہزن ہے اس کا خوف ہے آپ کے کانوں میں اس کا ذکر پڑا۔ آپ نے فرمایا کہ تجھ کو مبارکباد ہو اس نے توبہ کرلی ہے اور وہ اب تم لوگوں سے ایسا ہی ڈرتا ہے جیسے تم اس سے ڈرتے ہو۔ اس کے بعد خواجہ فضیل کوفہ گئے اور امام صاحبؒ کی خدمت میں چندے مقیم رہے۔ وہاں سے خواجہ حسن بصریؒ سے بیعت کے خیال سے بصرہ آئے مگر خواجہ صاحب کا وصال ہو چکا تھا اس لئے خواجہ عبدالواحدؒ سے بیعت ہوئے۔ (تاریخ مشائخ چشت)

”اللہ تعالیٰ سے ملنے کا قریب تر راستہ“

ملفوظ حضرت سیّد احمد کبیر رفاعی قدس سرہ:

فرمایا ”دوستو! میں نے اپنی جان کھپا دی اور کوئی راستہ ایسا نہ چھوڑا جس کو طے نہ کیا ہو۔ اور صدق نیت اور مجاہدہ کی برکت سے اس کا صحیح راستہ ہونا معلوم نہ کرلیا ہو مگر سنت محمدی پر عمل کرنے اور ذلت وانکساری والوں کے اخلاق پر چلنے اور سراپا حیرت واحتیاج بننے سے زیادہ کسی راستہ کو بہت قریب اور زیادہ روشن اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادہ محبوب نہیں پایا۔ صدیق اکبر سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ اللہ کا شکر ہے اسنے اپنے تک پہنچنے کا ذریعہ عاجزی کے سوا کچھ نہیں بنایا کیونکہ عاجزی تو ہر شخص آسانی سے حاصل کرسکتا ہے کہ انسان تو سر سے پیر تک عاجز ہی ہے۔ اگر اور کوئی طریقہ اللہ تک پہنچنے کا اسکے سوا ہوتا تو مشکل پڑ جاتی۔ اللہ تعالیٰ کے پانے سے اپنی عاجزی اور کمزوری کو سمجھ لینا ہی اللہ تعالیٰ کو پالینا ہے۔“ (البنیان) واللّٰہ الموفق وھو المستعان.

محمد اقبال ۲۲ شوال ۱۳۹۸ھ

یہ سرائے دہر مسافرو بخدا کسی کا مکاں نہیں

یہ سرائے دہر مسافر و بخدا کسی کا مکاں نہیں
جو مکین اس میں تھے کل یہاں کہیں آج انکا نشاں نہیں
یہ رواں عدم کو ہے کارواں بشر آگے پیچھے ہیں سب رواں
چلے جاتے سب ہیں کشاں کشاں کوئی قید پیر وجواں نہیں
نہ رہا سکندر ذی حشم نہ رہے وہ دارا نہ اور وہ جم
جو بنا گیا تھا یہاں ارم تہِ خاک اس کا نشاں نہیں
نہ غنی رہے نہ سخی رہے نہ ولی رہے نہ نبی رہے
یہ اجل کا خواب وہ خواب ہے کوئی ایسا خواب گراں نہیں
ہے یہ موت ایک عجیب سِرّ، کہ صفائے عقل ہے یاں کدر
یہ ہے تیرے وقت کی منتظر تجھے اس کا وہم وگماں نہیں
یہ جھپٹ کے تجھ پہ جب آئے گی تو بنے گی کچھ نہ بن آئے گی
یہ عزیز جاں یوں ہی جائے گی کہ قضا سا پیکِ رواں نہیں
مگر اک حیات حیات ہے وہی جس میں سب کی نجات ہے
یہی بات سننے کی بات ہے اسی بات کا تو دھیاں نہیں
جو نبی کے عشق کا خار ہے وہ گلوں کا تاج وقار ہے
یہ بہار اِک ایسی بہار ہے کبھی جس میں دور خزاں نہیں

نعت شریف

حضرت امیر مینائی لکھنویؒ

حشر کے دن رتبۂ والائے سرور دیکھنا
زیرپا اورنگ شاہی چتر سر پر دیکھنا

زیر منبر انبیاء واولیاء واتقیاء
جلوہ فرما ہوں گے وہ بالائے منبر دیکھنا

امّتیں جتنی ہیں سب کو بخشوائیں گے نبی ﷺ
ملتجی ہوں گے اُن ہی سے سب پیمبر دیکھنا

جلوہ گر ہو گی کسی جانب کو جنت کی بہار
موج زن ہو گا کسی جانب کو کوثر دیکھنا

لب کھلیں گے جس گھڑی بہر شفاعت آپکے
ساتھ ہی ہوں گے کشادہ خلد کے در دیکھنا

نامۂ اعمالِ امت سادہ ہو جائیں گے سب
ابرِ رحمت روزِ محشر ہو گا سر پر دیکھنا

آپ کی مرضی سے ہو گا سارے عالم کا حساب
آپ کے قبضے میں ہو گا سارا دفتر دیکھنا

خدمتِ والا میں حاضر ہو گا جب اُس دن امیؔر
چشم رحمت سے اسے اے کل کے داور دیکھنا

يَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَآئِمًا أَبَدًا
عَلٰى حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

یہ رسالہ ''تجلّی گاہ حق'' مسجد صدیق اکبرؓ راولپنڈی (پاکستان) میں ماہ رمضان المبارک ۱۴۱۰ھ کے عشرۂ رحمت میں بروز چہار شنبہ شروع ہو کر دوسرے عشرۂ مغفرت کے چہار شنبہ کو ختم ہوا۔ اللہ تعالیٰ ہماری مغفرت کے لئے اس کو فال نیک بنادے۔ آمین

عزیزی مولوی عمیر سلمہ اللہ تعالیٰ سے املاء کرایا اللہ تعالیٰ عزیز کی اس پہلی دینی خدمت کو دینی دعوت میں تاحیات مشغولی کی نیک فال بناوے۔ اور اللہ تعالیٰ مجھے اور انہیں اور تمام معاونین کو اپنی رضاء سے نوازے آمین بجاہ سیّد المرسلین۔

صَلَّى اللّٰهُ عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَاَزْوَاجِهٖ وَذُرِّيَّاتِهٖ اَجْمَعِيْنَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ.

اللہ معاف کرے

محمد اقبال (مدینہ منورہ)

وارد حال راولپنڈی

بسم اللّٰه الرحمٰن الرحیم
نحمدہ و نصلی علٰی رسولہ الکریم

دنیا کی عارضی زندگی میں خوشگواری سعادت اور آخرت کی دائمی زندگی پر عقیدہ رکھنے والے فکر مندوں کیلئے دستور العمل

(جو کہ رسالہ ''محبت کے اشارے'' کا ضمیمہ ہے)

ہمارے بھائیوں کے تین طبقے ہیں جن کو ذہن نشین کرلیں:

(۱) مُبَلِغْ (جو تبلیغ کرتا ہے) اس طبقے میں حسب حیثیت مشائخ، استاد، عالم اور ہر پڑھا لکھا فکر مند شامل ہے جو اپنی اور اپنے بھائیوں کی اصلاح کی فکر میں ہیں انکے لئے نرمی اور حکمت تدریج کے ساتھ موقع کی تلاش اُنس، مناسبت کے بعد آہستہ آہستہ پورے دین کی تعلیم دینا تبلیغ کے اصولوں میں سے ہے جنکا لحاظ مبلغ کیلئے ضروری ہے۔

(۲) مُبَلَّغْ (جس پر تبلیغ کی جاتی ہے) اور وہ قبول کرلیتا ہے اقرار کرتا ہے اسلام کا یا بیعت ہوتا ہے اس کے لئے مندرجہ بالا اصول (یعنی نرمی، تدریج وغیرہ) کچھ نہیں اسکو سو فیصد ۱۰۰% پورا پورا اسلام میں داخل ہونے کا حکم ہے یعنی چھوٹے سے چھوٹے حکم کو ماننے کا حکم ہے اور چھوٹے سے چھوٹے گناہ کو چھوڑنے کا حکم ہے اگر کسی گناہ کو چھوٹا سمجھ کر کرے تو وہ چھوٹا نہیں رہتا بڑا ہو جاتا ہے۔ کیونکہ

اللہ تعالیٰ کی ذات بہت بڑی ہے۔ اس کا ہلکے سے ہلکا حکم پورا پورا ماننا پڑے گا۔ یہ اصول ہر دنیاوی نظام اور حکومتوں میں بھی چلتا ہے یعنی پورا حکم ماننا پڑتا ہے یہ ساری سختی ایمان (ماننے) کے متعلق ہے۔ اس میں ذرا سی کمی ہو تو سارا ہی ایمان معتبر نہیں ایمان جب ہی کہلائے گا جب مکمل ہو گا۔

(۳) تیسرا طبقہ مکمل ماننے کے بعد عمل کرنیکی حالت، عمل کرنے کیلئے اوّل علم کی ضرورت ہے جسمانی قوت، صحت اور عزم کی بھی ضرورت ہے ایک دشمن ظاہری اور ایک باطنی یعنی نفس اور شیطان سے بچاؤ کی بھی ضرورت ہے طبیعت (طبع) میں کمزوری، خوف، لالچ، شہوت، ماحول (یعنی بیوی بچے، ماں باپ دوست حکومت وغیرہ) کی ناسازگاری عمل میں رکاوٹ بنتے ہیں جس کیلئے ہمت، استحضار اور قوت کے نہ ہونیکی وجہ سے نیک کام کرنے میں کوتاہی ہوتی ہے اور برے کام ہوجاتے ہیں لیکن جب ایمان کامل ہے تو وہ شعوری طور پر (INTENTIONAILY) کسی گناہ پر قائم نہیں رہتا ضرور شرمندہ ہوتا ہے اور توبہ کرتا ہے توبہ کرنے پر گناہ کے معاف ہونے کا وعدہ ہے یہ توبہ جب بھی کرے سچی کرے لیکن پچھلی درج شدہ رکاوٹوں کیوجہ سے دو چار دن تو کیا ایک گھنٹہ بھی توبہ پر قائم نہ رہ سکے تو پھر توبہ کرے اسی طرح چاہے ۷۰ بار توبہ کرے تو وہ اللہ کا محبوب بندہ ہے صرف لوگوں کے دیکھنے میں وہ گناہ گار ہے۔

لہذا ہر بیعت ہونیوالے کو اپنے عقائد، معاملات، اخلاق، معاشرت، معیشت میں اللہ کے احکام کو اسی طرح ماننا چاہئے اور عمل کرنا چاہئے بے فکری اور قناعت یعنی یہ کہنا کہ یہ ہمارے دین کا حصہ ہے اور یہ دنیا کا حصہ ہے اور اس طرح ناقص عمل کرنیوالا آدمی ہمیشہ دنیاوی پریشانیوں اور مصیبتوں میں رہتا ہے اور یہ پریشانیاں اسکے

لئے کفارۂ سیئات ہو جاتی ہیں کیونکہ ایمان تو ہے، اسکی تفصیل ''ابواب سعادت نمبر ۳'' میں ملاحظہ کریں۔

(۴) اب چوتھے نمبر میں ایسے حضرات کا ذکر کرتے ہیں جو ایک دفعہ بھی سچی توبہ کرنیکی ہمت نہیں رکھتے انکو یقین ہے کہ یہ جھوٹی توبہ ہے ٹوٹ جائیگی اپنے کو لاعلاج سمجھتے ہیں۔ انکی خدمت میں عرض ہے کہ جو اللہ نے اپنے حبیب ﷺ کو رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجا اور انہوں نے فرمایا کبیرہ گناہ کرنیوالوں کیلئے میری خصوصی شفاعت ہے یعنی یہ امتی خاص میرے ہیں اب اللہ کا حبیب شفاعت کرنیوالا ہو اللہ خود رحیم و کریم ہو اپنی مخلوق پر نہایت مہربانی کرنیوالا ہو پھر اللہ اور اسکے رسول کو ماننے والوں کیلئے کسی حالت میں مایوسی نہیں۔ اللہ کی رحمت بڑی ہے جب وہ تقسیم ہو گی جتنے زیادہ گناہ ہونگے اتنی زیادہ رحمت اسکو ملے گی اور اللہ کے حبیب جن کو رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجا انہوں نے فرمایا ہر بیماری کا علاج ہے لہذا یہاں حکیم الامت مجدد الملتؒ نے ایسے ہی بظاہر لاعلاج مریضوں کیلئے ایک کامیاب علاج لکھا ہے یہ علاج اپنے نفس کی کمزوریوں کے متعلق ہے اسکی تفصیل رسالہ ''محبت کے اشارے'' صفحہ ۳۳ میں بعنوان ''ایک کیمیاء صفت عمل'' ملاحظہ کریں۔ لیکن جو رکاوٹیں ماحول کیوجہ سے ہوتی ہیں اس میں ایک کام یہ کرے کہ جتنا ممکن ہو ماحول سے الگ رہنے کی کوشش کرے اور جتنا ممکن ہو اس حدیث پر عمل کرے کہ تم میں سے جو کوئی خلاف شریعت گناہ کی بات دیکھے تو اسکو ہاتھ سے روک دے جو اسکی طاقت نہ رکھتا ہو تو زبان سے روکے جو اسکی بھی ہمت نہ رکھتا ہو اسکو دل سے برا سمجھے یہ ایمان کا آخری درجہ ہے۔

لیکن بخشش کی شرط ایمان کامل ہے یعنی سب چیزوں کو مانتا ہو، کچھ باتوں کو مانتا

ہو اور کچھ باتوں کو نہ مانتا ہو وہ باغی ہے جسکے متعلق فیصلہ ہو چکا کہ اسکی بخشش نہیں ہو گی بلکہ اس کے کچھ نیک اعمال کی قیمت بھی آخرت میں کچھ نہیں۔

یہاں ایک عجیب بات یہ ہے کہ مذکورہ بالا انتہائی شکستہ حال کمزور انسان جنکا اوپر ذکر آیا۔ یہ ساری کمزوری دین اور آخرت کے بارے میں ہوتی ہے لیکن دنیا کے بارے میں پوری طرح عمل کرنیوالا چوکنا ہوشیار اور پوری احتیاط کرنیوالا اور کسی رکاوٹ کی پروانہ کرنیوالا نہ اپنے نفس کی نہ اپنے ماحول کی رکاوٹ برداشت نہیں کرتا۔ یہ فرق ایمانی کمزوری کی وجہ سے ہے آخرت پر ایمان بالغیب ہے اور دنیا حاضر ہے اور جس سے متاثر ہوتا ہے اس میں بڑا دخل بچپن کی تعلیم وتربیت کا بھی ہے ہم نے جو علاج لکھا ہے آسان ہے اسکو اختیار کرنا چاہئے ورنہ کمزور ایمان کسی وقت بھی ٹوٹ سکتا ہے جو خطرناک بات ہے جس کا علاج نہیں ہے اس نسخہ پر فوراً ہی عمل کرنا چاہئے موت کا کچھ اعتبار نہیں اور عمل کیلئے آخرت کے فکر مند بزرگوں کی صحبت اور بزرگوں کے قصوں کا مطالعہ کرنا ہے اس سے ہمت قوی ہو گی اور غفلت دور ہو گی اللہ تعالیٰ توفیق دینے والے ہیں۔

فقط والسلام

محمد اقبال

بقلم احمد حسن مدینہ منورہ

۲۶ ستمبر ۱۹۹۸ء

۶ جمادی الثانی ۱۴۱۹ھ

دنیاوی امور اور
فروعی دینی اختلافات میں

جھگڑا

کرنے کی مذمّت میں چالیس حدیثیں

مع متعلقہ فوائد و مسائل

ماخوذ از

رسالہ شق الغین عن علیؓ و حسینؓ مؤلفہ حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ
الاعتدال فی مراتب الرجال از قطب الاقطاب شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رحمہ اللہ
حدود اختلاف فقیہ الامت حضرت مولانا مفتی محمود صاحب گنگوہی مدظلہ

مرتبہ: حضرت صوفی محمد اقبال صاحب مہاجر مدنی قدس سرہٗ

ناشر
مکتبہ حضرت شاہ زبیرؒ
جامع مسجد ابرار و خانقاہ اقبالیہ جلیلیہ
موبائل: ۰۳۰۰-۹۲۲۵۵۳۳